جامعہ دار التقویٰ
لاہور کا ترجمان

ماہنامہ دار التقویٰ لاہور

شَوَّالُ الْمُکَرَّم
۱۴۴۶ھ
اپریل 2025ء

ایمان وعلم اللہ کی بڑی نعمتیں ہیں
غزوہ تبوک میں پنہاں تربیتی پہلوؤں پر ایک نظر
جھوٹ: ایک تفصیلی مطالعہ
یونیورسٹیوں اور مدارس دینیہ کے ذرائع آمدن
شوال کے چھ روزے
اسلام میں عورت کا مقام اور مغربی دھوکہ

کفالت پروگرام 2025

الحمدللہ جامعہ دارالتقوی ملک پاکستان کی عظیم دینی درسگاہ ہے۔
جومری سے لیکر کراچی تک 25 سے زائد شاخوں پر محیط ہے اور جامعہ کے زیر اہتمام تمام شعبہ جات میں
حفظ، کتب بنین، کتب بنات، اسکول 8 ہزار سے زائد طلباء وطالبات زیر تعلیم ہیں

شعبہ حفظ

	فی طالب علم ماہانہ خرچ	فی طالب علم سالانہ خرچ
رہائشی	4500	54000
غیر رہائشی	3500	42000

شعبہ کتب بنین

	فی طالب علم ماہانہ خرچ	فی طالب علم سالانہ خرچ
رہائشی	6000	72000
غیر رہائشی	5000	60000

شعبہ کتب بنات

	فی طالب علم ماہانہ خرچ	فی طالب علم سالانہ خرچ
غیر رہائشی	5000	60000

تقوی سکول سسٹم

غیر رہائشی 5500

محض اللہ رب العزت کے فضل اور آپ تمام حضرات کے تعاون سے یہ کار خیر چل رہا ہے۔

جامعہ دارالتقوی ٹرسٹ لاہور کے زیر انتظام کفالت پروگرام میں اشاعت دین کے لیے مستقل ممبر بنیے!

Jazz Cash

DARUL TAQWA TRUST

رقم ارسال کرنے کے لیے اس QR کو اسکین کریں

رقم ارسال فرما کر رسید اس نمبر پر ضرور بھیجیں جزاکم اللہ

03237124682

آپ بھی ایک طالب علم کا ماہانہ خرچ اپنے ذمہ لیں اور صدقہ جاریہ کا اجر حاصل کریں

زکوٰۃ

MCB Islamic
Account Title
DARUL TAQWA TRUST
Account #
1591001820660001

دیگر عطیات

BankIslami
Account Title
DARUL TAQWA TRUST
Account #
206400180820001

دار التقوی ٹرسٹ

ترجمان جامعہ دارالتقویٰ لاہور

ماہنامہ دارالتقویٰ لاہور

بدعاء حضرتِ اقدس ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

جلد 14 — شوال ۱۴۴۶ھ --- اپریل 2025 — شمارہ 10

زیرِ سرپرستی: حضرت مولانا یوسف خان صاحب مدظلہ

مدیر: حضرت مولانا اویس احمد صاحب مدظلہ

مدیرِ مسئول: مولانا محمد سلیمان بن محمد یوسف صاحب

مجلس مشاورت
- حضرت مولانا عثمان صاحب
- حضرت مولانا عامر رشید صاحب
- حضرت مولانا جمیل الرحمٰن صاحب

مجلس ادارت
- مفتی محمد اسامہ صاحب
- مولانا ذوالکفل صاحب

خط و کتابت کا پتہ

دفتر ماہنامہ دارالتقوی جامع مسجد الہلال چوبرجی پارک لاہور

فون نمبر: 0304-4167581 04235967905

سالانہ رسالے کے اجراء کے لیے مذکورہ پتہ پر منی آرڈر کریں

Email Address

Monthlydarultaqwa@gmail.com

اس دائرے میں سرخ نشان مدت خریداری کے ختم ہونے کی علامت ہے

فی شمارہ: 60 روپے

سالانہ بدل خرچ: 720 روپے

مقام اشاعت

جامع مسجد الہلال

چوبرجی پارک لاہور

بینک اکاؤنٹ نمبر

1591001820660001

ٹائٹل اکاؤنٹ دارالتقوی ٹرسٹ

ایم آئی بی (مسلم کمرشل بینک)

مطبع: شرکت پرنٹنگ پریس

ترجمان جامعہ دارالتقویٰ لاہور

ماہنامہ دارالتقویٰ لاہور

فہرست

شوال ۱۴۴۶ھ۔۔۔ اپریل 2025

حرف اولیں

مدارسِ اسلامیہ دین کے قلعے	مولانا سلیمان بن یوسف	5

درسِ قرآن

اللہ کا پہلا گھر	مولانا عاشق الٰہی بلند شہریؒ	10

درسِ حدیث

شریعت میں مہر کا حکم	مولانا ڈاکٹر عبدالواحد صاحبؒ	13

مقالات و مضامین

ایمان و علم اللہ کی بڑی نعمتیں ہیں	حضرت مولانا محمد ابراہیم دیولا	19
غزوہ تبوک میں پنہاں تربیتی پہلوؤں پر ایک نظر	مولانا محمد طیب حنیف	27
جھوٹ: ایک تفصیلی مطالعہ	ابوعثمان	37
تبلیغِ اسلام ہر گھر کی ضرورت	ابوبکر شیخ	40
شوال کے چھے روزے	بنت فرخ آفتاب	43
اسلام میں عورت کا مقام اور مغربی دھوکہ	مولانا محمد سلیمان	45
نکاح کو آسان بنائیں۔۔	ابوعثمان	48
یونیورسٹیوں اور مدارس دینیہ کے ذرائع آمدن	ڈاکٹر مبشر حسین رحمانی	50
آپ کے مسائل کا حل	دارالافتاء والتحقیق	60
اخبار الجامعہ	ادارہ	63

حرف اولیں

مدارس اسلامیہ دین کے قلعے

مدارسِ اسلامیہ وہ تعلیمی ادارے ہیں جہاں اسلامی علوم وفنون کی تعلیم دی جاتی ہے۔ یہ ادارے اسلامی ثقافت، دینی تعلیم، اور اخلاقی تربیت کے مراکز ہوتے ہیں۔ مدارس کا بنیادی مقصد قرآن، حدیث، فقہ، تفسیر، اور دیگر اسلامی علوم کی تعلیم دینا ہے تاکہ طلبہ دینِ اسلام کی صحیح سمجھ حاصل کرسکیں اور معاشرے میں دینی رہنمائی فراہم کرسکیں۔ مدارس کی تاریخ اسلامی تہذیب کے ابتدائی دور تک جاتی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں مسجد نبوی کو دینی تعلیم کا مرکز بنایا گیا، جہاں صحابہ کرامؓ کو تعلیم دی جاتی تھی۔ بعد میں، خلفائے راشدین، بنوامیہ، بنوعباس، اور عثمانی خلافت کے ادوار میں باضابطہ تعلیمی ادارے قائم کیے گئے۔ مدارس کی ترقی کا اصل دور قرونِ وسطیٰ میں آیا، جب بغداد، قرطبہ، دمشق، اور بخارا جیسے شہروں میں بڑے تعلیمی مراکز قائم ہوئے، جیسے کہ مدرسہ نظامیہ، جسے امام غزالیؒ جیسے جلیل القدر علماء نے شہرت بخشی۔

دینی تعلیم اسلام کی بنیاد ہے اور مسلمانوں کی روحانی، اخلاقی، اور معاشرتی ترقی میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ یہ تعلیم نہ صرف قرآن وحدیث، فقہ، اور اسلامی تاریخ کو سیکھنے کا ذریعہ ہے بلکہ یہ انسان کو اچھے اخلاق، صبر، تحمل، اور انصاف کا درس بھی دیتی ہے۔دینی تعلیم اخلاقی و روحانی تربیت کرتی ہے ،افراد میں نیکی، دیانت داری اور تقوی پیدا کرتی ہے۔ دینی تعلیم معاشرتی بہتری مستحکم کرتی ہے، ایک دیندار معاشرہ انصاف، رواداری، اور اخوت کے اصولوں پر قائم کرتی ہے۔دینی تعلیم دین کی حفاظت کرتی ہے، علمائے کرام اور مدارس دینی علوم کو آگے بڑھا کر اسلام کی بقاء کا ذریعہ بنتے ہیں۔دینی تعلیم نئی نسل کی رہنمائی

نوجوانوں میں اسلامی شعور پیدا کرتی ہے اور نوجوانوں کو گمراہی سے بچاتی ہے۔اب دینی تعلیم کے فروغ کے لیے جند اقدامات قابل غور ہیں!

مدارس اور اسکولوں میں دینی تعلیم کو لازمی بنانا،عصری علوم کے ساتھ دینی تعلیم کا امتزاج پیدا کرنا، والدین کو بچوں کی دینی تربیت پر توجہ دینے کی ترغیب دینا، مساجد، آن لائن پلیٹ فارمز، اور اسلامی مراکز کے ذریعے دینی تعلیم عام کرنا، مفت دینی تعلیم کے مواقع فراہم کرنا تاکہ ہر طبقہ اس سے مستفید ہو سکے۔ کیونکہ اسلامی اقدار اور اخلاقیات کسی بھی مسلمان کی شخصیت کا بنیادی حصہ ہیں۔ اسلام نے ہمیں اچھے اخلاق، دیانت داری، صبر، تحمل، عدل، اور محبت جیسے اوصاف اپنانے کی تعلیم دی ہے۔ نبی کریم ﷺ کی زندگی ہمارے لیے بہترین نمونہ ہے، جہاں ہر قول و فعل میں اخلاقی عظمت نظر آتی ہے۔اسلامی اقدار کی اہمیت یہ ہے کہ اسلام ایمانداری کو بنیادی قدر قرار دیتا ہے، چاہے وہ کاروبار میں ہو یا ذاتی معاملات میں۔اسلام عدل و انصاف کے تقاضے پر ہر انسان کے ساتھ مساوی سلوک اور انصاف کرنے کی تعلیم دیتا ہے جو کہ اسلامی تعلیمات کا بنیادی اصول ہے۔

- اسلامی تعلیم صبر و تحمل یعنی مشکلات میں صبر اور دوسروں کی رائے کو برداشت کرنا سکھاتی ہے۔
- اسلامی تعلیم دوسروں کے ساتھ محبت، ہمدردی، اچھا برتاؤ، یتیموں اور محتاجوں کی مدد کرنے کی ترغیب دیتی ہے۔
- اسلامی تعلیم والدین رشتہ داروں، ہمسایوں اور عام لوگوں کے ساتہ اچھے اخلاق سے پیش آنے کی ترغیب دیتی ہے۔

اور اسی طرح اسلامی اخلاقیات کی تعلیم کی بھی ضرورت ہے۔مثلا نئی نسل کی تربیت کرنا اور اگر بچوں کو اسلامی اخلاقیات سکھائی جائیں تو وہ اچھے مسلمان اور ذمہ دار شہری بن سکتے ہیں۔اسلامی اخلاقیات کی تعلیم سے معاشرتی امن و سلامتی ہوگی اس اقدار پر عمل پیرا ہونے سے معاشرے میں محبت، رواداری، اور انصاف قائم ہوگا۔

اسلامی اخلاقیات کو اپنانے سے گھریلو، سماجی، اور بین الاقوامی سطح پر تعلقات بہتر ہوں گے۔اسلامی اخلاقیات سے دینی اور دنیاوی کامیابی ملتی ہے اچھے اخلاق دنیا میں کامیابی اور آخرت میں نجات کا ذریعہ بنتے ہیں۔اسلامی اقدار اور اخلاقیات کو چند طریقوں سے فروغ دیا جا سکتا ہے۔(مثلا تعلیمی نصاب میں

اخلاقی تعلیم شامل کرنا) مساجد، مدارس، اور دینی اجتماعات میں اخلاقیات پر زور دیناوالدین اور اساتذہ کا بچوں کو عملی نمونہ بن کر دکھانا، انہیں مدارس کی کڑیوں میں سے ایک کڑی ادارہ جامعہ دارالتقوی ہے۔

جامعہ دارالتقوی لاہور کا ایک ممتاز تعلیمی و رفاہی ادارہ ہے، جہاں طلبہ وطالبات کو خالص دینی تعلیم دی جاتی ہے۔ یہ ادارہ نہ صرف اسلامی علوم کی ترویج میں مصروف ہے بلکہ معاشرتی فلاح و بہبود کے میدان میں بھی نمایاں کردار ادا کر رہا ہے۔

دینی تعلیم میں خدمات جامعہ دارالتقوی کا بنیادی مقصد قرآن وحدیث، فقہ، تفسیر اور دیگر اسلامی علوم کی تعلیم دینا ہے تاکہ طلبہ وطالبات دین کی گہری سمجھ حاصل کر سکیں اور اسلامی اقدار کو فروغ دے سکیں۔ یہاں جدید تعلیمی و تبلیغی طریقوں کو اپنایا جاتا ہے تاکہ دینی اور اخلاقی تربیت کو مؤثر بنایا جاسکے۔

جامعہ دارالتقوی کی پاکستان کے مختلف شہروں میں 25 سے زائد شاخیں قائم ہیں، جو تعلیم و خدمت کے اس مشن کو مزید وسعت دے رہی ہیں۔ یہ ادارہ نہ صرف لاہور بلکہ پورے ملک میں دین اور خدمت کے ذریعے اصلاحِ معاشرہ میں اہم کردار ادا کر رہا ہے۔جامعہ دارالتقوی علم وعمل کا حسین امتزاج ہے، جہاں دینی تعلیم کے ساتھ سماجی خدمت کو بھی اہمیت دی جاتی ہے۔ یہ ادارہ اسلامی معاشرے کی تعمیر میں ایک روشن مثال ہے اور اپنے علمی و رفاہی کاموں کے ذریعے قوم کی فلاح وترقی میں نمایاں خدمات انجام دے رہا ہے۔لہذا مدارس اسلامیہ دینی علوم کی ترویج و اشاعت میں بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔ ان اداروں کا استحکام نہ صرف اسلامی تعلیم کے فروغ کے لیے ضروری ہے بلکہ ایک مضبوط اور منظم نظامِ تعلیم کی ضمانت بھی ہے۔ مدارس کو درپیش چیلنجز، سیکیورٹی خدشات، اور جدید دور کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ان کے استحکام اور حفاظت کے لیے اہم اقدامات کی فوری ضرورت ہے۔

رفاہی وفلاحی خدمات

یہ ادارہ دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ رفاہی کاموں میں بھی سرگرم ہے: غریب اور مستحق افراد میں راشن کی تقسیم عوام کو فلٹر شدہ پانی کی مفت فراہمی دیگر فلاحی منصوبے، جیسے ضرورت مندوں کی مالی مدد اور اور ملک پاکستان میں ہنگامی صورت حال میں خوشحالی اور بحالی کے لیے پیش پیش رہا۔

مدارس کے استحکام کے لیے ضروری اقدامات:

1. نظامِ تعلیم کی بہتری: نصاب کو جدید تقاضوں سے ہم آہنگ کرنا اور تعلیمی معیار کو مزید بلند کرنا ضروری ہے۔

2. مالی استحکام: خود کفیل نظام قائم کرنا تا کہ چندوں پر مکمل انحصار نہ ہو۔

3. رجسٹریشن اور قانونی تقاضے: مدارس کو حکومتی قوانین کے مطابق رجسٹر کروا کر ان کے قانونی حقوق کو یقینی بنایا جائے۔

4. عصری علوم کا امتزاج: مدارس میں دینی علوم کے ساتھ ساتھ سائنسی، ٹیکنیکل اور معاشرتی علوم کو شامل کیا جائے۔

5. اساتذہ کی تربیت: اساتذہ کو جدید تدریسی مہارتوں سے آراستہ کرنا تا کہ تعلیمی معیار میں بہتری آئے۔

اب بات کرتے ہیں کچھ فضلاء کے حوالہ سے تو مدارس کے فضلاء کا کردار معاشرے میں نہایت اہم اور نمایاں ہوتا ہے۔ وہ دینی علوم کے ماہر ہوتے ہیں اور اسلامی تعلیمات کو عام کرنے میں بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔ ان کا کردار مختلف پہلوؤں پر مشتمل ہوتا ہے، جن میں چند درج ذیل ہیں:

1. دینی رہنمائی مدارس کے فضلاء قرآن وحدیث، فقہ اور اسلامی اصولوں کی روشنی میں لوگوں کی رہنمائی کرتے ہیں۔ وہ مساجد میں امامت وخطابت کے فرائض انجام دیتے ہیں اور عوام کو دینی مسائل کا حل فراہم کرتے ہیں۔

2. تعلیم و تدریس یہ فضلاء دینی مدارس، اسکولوں، کالجوں اور جامعات میں تدریس کے فرائض سرانجام دیتے ہیں۔ وہ اسلامی علوم کو آگے بڑھاتے ہیں اور نئی نسل کو دینی و اخلاقی اقدار سکھاتے ہیں۔

3. اصلاحِ معاشرہ، وہ لوگوں کی اخلاقی تربیت کرتے ہیں، معاشرتی برائیوں کے خلاف آواز اٹھاتے ہیں اور سماجی انصاف کے قیام میں معاون بنتے ہیں۔

4. دعوت وتبلیغ مدارس کے فضلاء تبلیغِ دین کے ذریعے اسلامی تعلیمات کو دنیا بھر میں عام کرتے ہیں۔ وہ دعوتی پروگراموں میں شرکت کرتے ہیں اور عوام کو دین کی طرف راغب کرتے ہیں۔

5. فتویٰ نویسی اور شرعی امور وہ شرعی مسائل میں رہنمائی فراہم کرتے ہیں، فتاویٰ جاری کرتے ہیں

اور عدالتی یا سماجی سطح پر اسلامی قوانین کے نفاذ میں مدد دیتے ہیں۔

6. رفاہی اور سماجی خدمات بہت سے فضلاء فلاحی ادارے چلاتے ہیں، غرباء اور مساکین کی مدد کرتے ہیں اور معاشرتی بھلائی کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔

یہ فضلاء اسلامی اقدار کے محافظ اور امت مسلمہ کے فکری و روحانی رہنما ہوتے ہیں۔ ان کے کردار کو مزید مؤثر بنانے کے لیے ضروری ہے کہ وہ جدید دنیا کے تقاضوں کو سمجھیں اور مثبت انداز میں معاشرے کی خدمت کریں۔

ان سب باتوں سے ہمیں جو آج کا سبق ملا ہے وہ یہ ہے کہ

شوال المبارک کی آمد کے ساتھ ہی دینی مدارس میں نئے تعلیمی سال کا آغاز ہو رہا ہے۔ یہ بہترین موقع ہے کہ ہم اپنے گھروں سے کم از کم ایک بچے کو دین کی روشنی سے منور کرنے کے لیے مدرسے میں داخل کرائیں۔ یہی بچے کل کے عالم، مفتی، قاری اور مبلغ بن کر امت کی راہنمائی کریں گے۔ جس طرح ہم دنیاوی تعلیم کو ضروری سمجھتے ہیں، اسی طرح دین کی تعلیم بھی ہماری نسلوں کے لیے لازمی ہے۔ دین سیکھنے والے بچے نہ صرف اپنے خاندان بلکہ پوری قوم کے لیے فخر کا باعث بنتے ہیں۔

آج ہی فیصلہ کریں! اپنے گھر سے ایک بچے کو دینی تعلیم کے لیے وقف کریں، تاکہ وہ دین کی خدمت کر کے دنیا و آخرت میں کامیابی حاصل کرے۔

والسلام

محمد سلیمان بن محمد یوسف

مدیر مسئول

درسِ قرآن

از: مولانا عاشق الٰہی بلند شہریؒ

اللہ کا پہلا گھر

۞...سورۃآل عمران...۞...آیت نمبر ۹۶ ۞

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○

اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّ ھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ○

ترجمہ: بے شک سب سے پہلا گھر جو لوگوں کے لیے مقرر کیا گیا وہ ہے جو مکہ میں ہے۔ جو برکت والا ہے اور لوگوں کے لیے ہدایت ہے۔

تفسیر: کعبہ شریف کی تعمیر اور حج کی فرضیت روح المعانی میں حضرت ابن جریج سے نقل کیا ہے کہ یہودیوں نے کہا کہ بیت المقدس کعبہ سے اعظم ہے کیونکہ وہ اس جگہ ہے جہاں حضرات انبیاء (علیہ السلام) ہجرت کرتے رہے اور وہ ارض مقدسہ میں ہے اور مسلمانوں نے کہا کہ کعبہ شریف اعظم ہے اس پر آیت بالا نازل ہوئی، اور حضرت مجاہدؒ نے فرمایا کہ جب گذشتہ آیت میں کافروں کو حکم دیا کہ ملت ابراہیمیہ کا اتباع کریں تو بیت اللہ یعنی کعبہ شریف کی تعظیم کا بھی حکم دیا اور اس کی فضیلت اور حرمت بیان فرمائی کیونکہ کعبہ کا حج کرنا اور اس کی فضیلت وحرمت کا اقرار کرنا یہ بھی ملت ابراہیمی میں شامل ہے۔ کعبہ شریف کا کثیر البرکت ہونا: آیت بالا میں فرمایا کہ سب سے پہلا گھر جو عبادت کے لیے زمین میں بنایا گیا وہ وہ گھر ہے جو مکہ معظّمہ میں واقع ہے اور وہ کعبہ معظّمہ ہے۔ وہ بابرکت ہے یعنی کثیر الخیر ہے۔ اس میں عبادت کا ثواب بہت زیادہ ہے جو شخص حج یا عمرہ کرے اس کے گناہ معاف ہوتے ہیں۔ ان برکات کے علاوہ اس کی ظاہری برکات بھی بہت ہیں۔ سورۃ قصص میں اس کی ظاہری برکات بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ (یُجْبٰٓی اِلَیْہِ ثَمَرٰتُ کُلِّ شَیْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا)(لائے

جاتے ہیں اس کی طرف ہر چیز کے پھل جو بطور رزق ہمارے پاس سے دیئے جاتے ہیں) یہ ظاہری برکات بھی کعبہ شریف میں دیکھی جاتی ہیں۔ دنیا بھر کے ثمرات اور مصنوعات ہر وقت مکہ معظّمہ میں مل جاتی ہیں۔ پھر قربانیاں بھی وہاں اس کثرت سے ہوتی ہیں جو کسی شہر میں نہیں ہوتیں۔ نیز کعبہ شریف کو (هُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ) بھی فرمایا یعنی وہ جنت کی طرف ہدایت کا ذریعہ ہے (روح المعانی صفحہ ۵: ج ۴) اور سارے عالم کے مسلمان جو اس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے ہیں اس میں بھی (هُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ) کا خوب مظاہرہ ہے۔ لفظ اول بیت سے اس طرف اشارہ ہے کہ بنائے ابراہیمی سب سے پہلی بناء نہیں ہے۔ اس سے پہلے بھی کعبہ شریف بنایا گیا تھا۔ زمین میں پہلا گھر: معالم التنزیل صفحہ ۳۲۸: ج ۱ میں اول بیتٍ کے معنی بتاتے ہوئے متعدد اقوال نقل کیے ہیں۔ بعض حضرات نے فرمایا کہ کعبہ شریف سب سے پہلا گھر ہے جو پانی پر ظاہر ہوا آسمان و زمین کے پیدا فرمانے سے دو ہزار سال پہلے وجود میں آیا اس وقت یہ پانی پر سفید بلبلہ تھا۔ پھر زمین اسی کے نیچے سے پھیلا دی گئی۔ حضرت عبداللہ بن عمر، مجاہد اور قتادہ کا یہی قول ہے اور بعض حضرات نے فرمایا کہ یہ سب سے پہلا گھر ہے جو زمین میں بنایا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے عرش کے نیچے ایک گھر مقرر فرمایا جو بیت معمور ہے اور فرشتوں کو حکم دیا کہ اس کا طواف کریں پھر ان فرشتوں کو حکم دیا جو زمین میں رہتے ہیں کہ زمین میں ایک گھر بنائیں جو البیت المعمور کی محاذات میں ہو اور اس جیسا ہو اور زمین والوں کو حکم دیا کہ اس کا طواف کریں جیسے آسمان کے رہنے والے بیت المعمور کا طواف کرتے ہیں۔ یہ حضرت علی بن حسین (رض) (حضرت زین العابدین) کا قول ہے اور ایک قول یہ ہے کہ فرشتوں نے آدم (علیہ السلام) کی تخلیق سے دو ہزار سال پہلے اس کو بنایا تھا وہ اس کا حج کیا کرتے تھے، جب آدم (علیہ السلام) نے اس کا حج کیا تو فرشتوں نے کہا کہ اے آدم! اللہ تمہارا حج قبول فرمائے ہم نے اس گھر کا حج تم سے دو ہزار سال پہلے کیا ان کے علاوہ اور بھی اقوال ہیں۔ حاصل سب کا یہ ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ ہی اس کے پہلے بانی نہیں ہیں اس سے پہلے بھی اس کی بناء تھی اسی لیے سورۃ ابراہیم میں حضرت ابراہیم کا یہ قول نقل فرمایا ہے۔ (رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ) اس وقت وہاں گھر موجود نہیں تھا پھر بھی انہوں نے (عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ) کہا اور سورۃ حج میں ہے (وَ اِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ) (اور جب ہم نے ابراہیم کو بیت کی جگہ بتا دی) حضرات مفسرین نے فرمایا کہ بَوَّ انَا کا معنی یہ ہے کہ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کو کعبہ شریف کی جگہ متعین طریقے پر بتا دی کیونکہ کعبہ شریف کی عمارت اس وقت موجود نہ تھی۔ تاریخ بناء کعبہ: صاحب روح المعانی (صفحہ ۱۴۲: ج ۱۷) لکھتے ہیں کہ کعبہ شریف پانچ مرتبہ بنایا

گیا پہلی مرتبہ فرشتوں نے بنایا یہ بناء آدم (علیہ السلام) سے پہلے تھی اور یہ سرخ یاقوت سے بنایا گیا تھا۔ حضرت نوح کے طوفان میں اس کو اٹھالیا گیا۔ دوسری بناء ابراہیمی ہے جب اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا کہ بیت اللہ بنائیں تو انہیں اس کی جگہ معلوم کرنے کی ضرورت تھی۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ہوا بھیج دی جو خوب تیز چلی اور اس نے پرانی بنیاد ظاہر کردیا۔ اس پر حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے بیت اللہ کی تعمیر شروع کردی۔ تیسری تعمیر قریش کی ہے جس میں نبی اکرم ﷺ بھی شریک تھے اس وقت حجر اسود کے رکھنے میں جھگڑا ہوا اور ہر قبیلے نے یہ چاہا کہ ہم حجر اسود کو رکھیں پھر یہ طے کیا کہ کل کو جو شخص سب سے پہلے فلاں گلی سے نکلے اور مسجد حرام میں داخل ہو وہ جو فیصلہ کرے وہی منظور ہوگا۔ سب سے پہلے آنحضرت ﷺ تشریف لائے۔ سب لوگ آپ کو امین کہتے تھے آپ کے فیصلہ پر سب راضی ہوگئے اور آپ نے فیصلہ فرمایا کہ حجر اسود کو ایک چادر میں رکھ دیں پھر تمام قبیلے اس چادر کو اٹھائیں۔ چنانچہ ان سب نے اس چادر کو اٹھایا اور حجر اسود کو اس جگہ تک لے گئے پھر آپ نے اپنے دست مبارک سے اٹھا کر اس جگہ رکھ دیا۔ یہ واقعہ بعثت سے پندرہ سال پہلے کا ہے چوتھی تعمیر عبداللہ بن زبیر (رض) کی ہے اور پانچوں تعمیر حجاج کی ہے۔ اور وہی آج تک موجود ہے۔ اس میں کچھ مرمت کے طور پر تغیر اور تبدیلی ہوتی رہی ہے لیکن اصل تعمیر حجاج ہی کی ہے (انتھی) بعض حضرات نے حضرت آدم (علیہ السلام) کی تعمیر اور حضرت شیث (علیہ السلام) (جوان کے بیٹے تھے) اور عمالقہ اور بنی جرہم کی تعمیر بھی بتائی ہے (روح المعانی صفحہ ٥: ج ٤) بہر حال سب سے پہلی تعمیر فرشتوں نے کی ہو یا حضرت آدم (علیہ السلام) نے اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ اس پر صادق آتا ہے۔ اور بنائے ابراہیمی بھی بیت المقدس کی تعمیر سے پہلے ہے۔ جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے۔ بکہ اور مکہ: آیت بالا میں کعبہ شریف کو بکہ میں بتایا۔ عام طور سے اس شہر کو مکہ کہا جاتا ہے جس میں کعبہ شریف ہے اور سورۃ فتح میں مکہ میم سے وارد ہوا ہے۔ حضرت مجاہدؒ نے فرمایا کہ با اور میم قریب المخرج ہیں اور اہل عرب ایک کو دوسری جگہ استعمال کر لیتے ہیں جیسے لازم کو لازب کہتے ہیں۔ لہٰذا مکہ میں با کو میم سے بدل دیا۔ اور بعض حضرات نے دونوں میں فرق بتایا ہے اور فرمایا ہے کہ بکہ بیت اللہ کی جگہ ہے یہ حضرت ابن عباس کا قول ہے۔ حضرت عکرمہ نے فرمایا کہ دونوں پہاڑوں کے درمیان بکہ ہے اور باقی مکہ ہے ایک قول یہ بھی ہے کہ پورا حرم مکہ ہے۔ (الجامع اللطیف فی فضل مکۃ و بناء بیت الشریف: ص١٣٦)

❊❊❊

درسِ حدیث

ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحبؒ

شریعت میں مہر کا حکم

قرآن پاک میں ہے کہ مہر مال ہو۔

وَ اُحِلَّ لَکُمۡ مَّا وَرَآءَ ذٰلِکُمۡ اَنۡ تَبۡتَغُوۡا بِاَمۡوَالِکُمۡ۔ (سورہ نساء: 24)

اور حلال کی گئیں تمہارے لئے سب عورتیں محرمات کے علاوہ بشرطیکہ تم طلب کرو (نکاح سے) اپنے مال کے بدلے میں۔ مہر کی کم سے کم مالیت جو شرعاً واجب ہے

عَنۡ جَابِرٍ قَالَ سَمِعۡتُ رَسُوۡلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یَقُوۡلُ . . . وَلَا مَهۡرَ أَقَلَّ مِنۡ عَشَرَةِ دَرَاهِمَ۔ (ابن ابی حاتم)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ (شرعی مقدار کے اعتبار سے) مہر دس درہم (30.56 گرام چاندی) سے کم نہیں ہوتا۔

عَنِ الشَّعۡبِیِّ قَالَ قَالَ عَلِیٌّ لَا یَکُوۡنُ مَهۡرٌ أَقَلَّ مِنۡ عَشَرَةِ دَرَاهِمَ (دار قطنی)

شعبی رحمہ اللہ کہتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا مہر دس درہم سے کم نہیں ہوتا۔ قرآن و حدیث کے ان دلائل سے یہ معلوم ہونے کے بعد کہ مہر کی کم از کم مقدار دس درہم چاندی شریعت کی طرف سے مقرر کردہ ہے اس سے کم جائز نہیں تو جن حدیثوں میں سرے سے مال کا ہی ذکر نہیں یا بہت ہی حقیر مادی چیز کا ذکر ہے وہ مہر کی شرعی مقدار والی حدیثوں کے قائم مقام تو نہیں ہوسکتیں اور ان سے مراد: یا تو وہ مادی یا معنوی ہدیہ ہے جو شوہر پہلی یکجائی کے وقت دلجوئی کے لئے بیوی کو دے۔

عَنۡ سَهۡلِ بۡنِ سَعۡدٍ أَنَّ رَسُوۡلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جَاءَتۡهُ امۡرَأَةٌ فَقَالَتۡ یَا رَسُوۡلَ اللّٰهِ إِنِّیۡ هَبۡتُ نَفۡسِیۡ لَکَ فَقَامَتۡ طَوِیۡلًا فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ یَا رَسُوۡلَ اللّٰهِ زَوِّجۡنِیۡهَا إِنۡ لَّمۡ تَکُنۡ لَکَ فِیۡهَا حَاجَةٌ فَقَالَ هَلۡ عِنۡدَکَ مِنۡ شَیۡءٍ تُصۡدِقُهَا قَالَ مَا عِنۡدِیۡ إِلَّا إِزَارِیۡ هٰذَا قَالَ

فَالْتَمِسْ وَلَوْ خَاتَمًا مِنْ حَدِیْدٍ فَلَمْ یَجِدْ شَیْئًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ هَلْ مَعَکَ مِنَ الْقُرْآنِ شَیْئٌ قَالَ نَعَمْ سُوْرَۃٌ کَذَا وَسُوْرَۃٌ کَذَا فَقَالَ قَدْ زَوَّجْتُکَهَا بِمَا مَعَکَ مِنَ الْقُرْآنِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ قَالَ اِنْطَلِقْ قَدْ زَوَّجْتُکَهَا فَعَلِّمْهَا مِنَ الْقُرْآنِ (بخاری و مسلم)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس (کچھ اور لوگ بھی بیٹھے تھے کہ) ایک عورت آئی اور کہا اے اللہ کے رسول ﷺ میں آپ کے لئے اپنے آپ کو بغیر مہر کے پیش کرتی ہوں (تو آپ مجھ سے نکاح کر لیجئے ۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کا کچھ جواب نہ دیا) وہ عورت خاصی دیر کھڑی رہی ۔ اتنے میں ایک صاحب کھڑے ہوئے اور کہا اے اللہ کے رسول ﷺ اگر آپ کو اس عورت (سے نکاح کرنے) کی حاجت نہیں ہے تو اس کے ساتھ آپ میرا نکاح کر دیجئے (عورت کی رضا مندی پا کر) نبی ﷺ نے ان صاحب سے پوچھا تمہارے پاس اس عورت کو مہر کے طور پر دینے کے لئے کچھ ہے ۔ انہوں نے کہا کہ میرے پاس تو صرف میرا یہ تہہ بند ہے (جو میں پہنا ہوا ہوں اوپر اوڑھنے کی چادر بھی نہیں ہے) آپ ﷺ نے فرمایا (اس سے تو کام نہیں بنے گا کیونکہ جب تم اس کو استعمال کرو گے تو عورت کیا کرے گی اور جب وہ استعمال کرے گی تو تم کیا کرو گے لہٰذا) تم کچھ (اور) تلاش کرو اگرچہ وہ لوہے کی انگوٹھی ہی (جیسی کم قیمت چیز) ہو لیکن ان صاحب کو اور کچھ بھی نہ ملا ۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے پوچھا (اچھا) تمہیں کچھ قرآن یاد ہے ۔ انہوں نے کہا جی ہاں فلاں فلاں سورت مجھے یاد ہے ۔ آپ ﷺ نے فرمایا (کسی کو قرآن یاد کرانا معنوی ہدیہ ہے لہٰذا) جتنا قرآن تمہیں یاد ہے اس کے عوض تمہارا نکاح میں نے اس عورت کے ساتھ کر دیا جاؤ اور اس کو بھی اتنا قرآن (یعنی وہ سورتیں) یاد کرا دو (رہا مہر شرعی یا مہر مثل تو وہ بعد میں جب میسر ہو دے دینا) ۔

-2 یا اس سے یہ مراد ہے کہ نکاح تو اگرچہ مہر شرعی یا مہر مثل پر ہوا ہے اور نکاح کے بعد عورت مہر شرعی کا مطالبہ کر سکتی ہے لیکن نکاح کے بعد بھی اس کے اسی کم قیمت مہر پر یا بے مال پر راضی رہنے سے گویا اس نے اپنا شرعی حق معاف کر دیا ہے ۔

عَنْ عَامِرِ بْنِ رَبِیْعَۃَ أَنَّ امْرَأَۃً مِنْ بَنِیْ فَزَارَۃَ تَزَوَّجَتْ عَلٰی نَعْلَیْنِ فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَرَضِیْتِ مِنْ نَفْسِکِ وَمَالِکِ بِنَعْلَیْنِ قَالَتْ نَعَمْ فَأَجَازَہٗ ۔ (ترمذی)

حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بنوفزارہ کی ایک عورت نے ایک جوڑی جوتی کے مہر پر نکاح کرلیا (جو اس وقت کے اعتبار سے دس درہم کی مالیت سے بھی کہیں کم کی تھی) رسول اللہ ﷺ نے اس سے پوچھا کیا (اب نکاح کے بعد بھی) تم اپنے اتنے (زیادہ) مال کے ہوتے ہوئے اپنی جانکے عوض میں صرف ایک جوڑی جوتی پر راضی ہو۔ اس عورت نے جواب دیا کہ جی ہاں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اس کو جائز فرمادیا۔

عَنْ أَنَسٍ قَالَ تَزَوَّجَ أَبُوْطَلْحَةَ أُمَّ سُلَيْمٍ فَكَانَ صِدَاقُ مَا بَيْنَهُمَا الْإِسْلَامَ أَسْلَمَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ قَبْلَ أَبِيْ طَلْحَةَ فَخَطَبَهَا فَقَالَتْ إِنِّيْ قَدْ أَسْلَمْتُ فَإِنْ أَسْلَمْتَ نَكَحْتُكَ فَأَسْلَمَ فَكَانَ صِدَاقَ مَابَيْنَهُمَا (نسائی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہنے حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔ ان کے درمیان جو مہر طے پایا وہ اسلام تھا (اس کا قصہ یہ تھا کہ) حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا (جو بیوہ تھیں) حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے پہلے مسلمان ہوگئی تھیں۔ ابوطلحہ نے ان کو پیغام نکاح دیا تو انہوں نے کہا میں تو مسلمان ہوچکی ہوں۔ ہاں اگر آپ بھی مسلمان ہوجائیں تو میں آپ سے نکاح کرلوں گی (اور بس آپ کا اسلام ہی میرے لئے کافی ہوگا مزید مہر کا مطالبہ نہ ہوگا) ابوطلحہ رضی اللہ عنہ مسلمان ہوگئے (اور حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا سے ان کا نکاح ہوا) اوران کا اسلام ہی ان کا آپس کا مہر تھا حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے نکاح کے بعد بھی مہر کے اپنے شرعی حق کو معاف کئے رکھا)۔

رسول اللہ ﷺ کی ازواج اور صاحبزادیوں کا مہر

عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ كَمْ كَانَ صِدَاقُ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ كَانَ صِدَاقُهُ لِأَزْوَاجِهِ اثْنَتَيْ عَشَرَةَ أُوْقِيَّةً وَنَشٌّ قَالَتْ أَتَدْرِيْ مَا النَّشُّ قُلْتُ لَا قَالَتْ نِصْفُ أُوْقِيَةٍ فَتِلْكَ خَمْسُ مِائَةِ دِرْهَمٍ (مسلم)

حضرت ابوسلمہ رحمہ اللہ کہتے ہیں میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کا (اپنی ازواج کے لئے) مہر کتنا تھا۔ انہوں نے فرمایا رسول اللہ ﷺ کا اپنی ازواج کے لئے مہر ساڑھے بارہ اوقیہ چاندی (فی اوقیہ چالیس درہم کے حساب سے) یہ کل پانچ سو درہم ہوئے۔

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ... مَا عَلِمْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ نَكَحَ شَيْئًا مِنْ

نِسَائِهٖ وَ لَا أَنْكَحَ شَيْئًا مِنْ بَنَاتِهٖ عَلٰى أَكْثَرَ مِنْ اثْنَتَيْ عَشَرَةَ أُوْقِيَّةً (ترمذی، ابوداؤد)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے علم نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (ساڑھے) بارہ اوقیہ چاندی (یعنی پانچ سو درہم) سے زائد مہر پر اپنی کسی زوجہ سے نکاح کیا ہو اور اپنی کسی بیٹی کا نکاح کیا ہو۔

فائدہ: پانچ سو درہم کی 131 تولہ 3 ماشہ یا ایک کلو 527.75 گرام چاندی بنتی ہے۔

عَنْ أُمِّ حَبِيْبَةَ أَنَّهَا كَانَتْ تَحْتَ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ جَحْشٍ فَمَاتَ بِأَرْضِ الْحَبَشَةِ فَزَوَّجَهَا النَّجَاشِيُّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَ أَمْهَرَهَا عَنْهُ أَرْبَعَةَ آلَافٍ (ابوداؤد و نسائی)۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ عبید اللہ بن جحش کے نکاح میں تھیں جس کی موت (عیسائی مذہب پر) حبشہ میں ہوئی۔ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیغام نکاح بھجوانے پر) نجاشی بادشاہ نے ان کا نکاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا اور اپنے پاس سے ان کو چار ہزار درہم مہر میں دیئے (جس کی مقدار 12 کلو 224 گرام چاندی بنتی ہے)۔

بہت زیادہ مہر مقرر کرنا کوئی عزت کی بات نہیں

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ أَلَا لَا تُغَالُوْا صَدُقَةَ النِّسَاءِ فَإِنَّهَا لَوْ كَانَتْ مَكْرُمَةً فِي الدُّنْيَا وَ تَقْوٰى عِنْدَ اللّٰهِ لَكَانَ أَوْلَاكُمْ بِهَا نَبِيُّ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (ترمذی و ابوداؤد)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا (اے لوگو) آگاہ ہو (اور میری یہ نصیحت پلے باندھ لو کہ) عورتوں کے مہر بہت زیادہ نہ رکھو کیونکہ یہ اگر دنیا میں تعریف اور اللہ کے ہاں تقوٰی (اور عزت) کی بات ہوتی تو اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم سے زیادہ اس کے (کرنے کے) حقدار ہوتے (حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی کسی زوجہ کا اور اپنی کسی بیٹی کا مہر 500 درہم یعنی 131.25 تولہ یا 528.1 کلو چاندی سے زیادہ مقرر نہیں کیا)۔

یکجائی سے پہلے یا یکجائی کے شروع میں بیوی کو کچھ ہدیہ دینا یا مہر کا کچھ حصہ دینا مستحب ہے

عَنْ رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم أَنَّ عَلِيًّا لَمَّا تَزَوَّجَ فَاطِمَةَ بِنْتَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم أَرَادَ أَنْ يَّدْخُلَ بِهَا فَمَنَعَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حَتّٰى يُعْطِيَهَا شَيْئًا فَقَالَ يَا رَسُوْلَ

اللّٰہِ لَیْسَ لِیْ شَیْئٌ فَقَالَ لَہُ النَّبِیُّ ﷺ أَعْطِھَا دِرْعَکَ فَأَعْطَاھَا دِرْعَہٗ ثُمَّ دَخَلَ بِھَا (ابو داؤد)

نبی ﷺ کے ایک صحابی سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو ان کے پاس جانے کا ارادہ کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو اس سے روکا یہاں تک کہ وہ فاطمہ کو (ہدیہ کے طور پر یا مہر کے ایک حصہ کے طور پر) کچھ دیں (کیونکہ یہ بات عورت کی خوشی اور محبت کا باعث ہوگی) انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول میرے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا (اچھا اور کچھ نہیں ہے تو) اپنی زرہ ہی ان کو دے دو۔ غرض حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اپنی زرہ دی اور پھر ان کے ساتھ یکجائی کی۔

مہر کب واجب ہوتا ہے:

عَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَضٰی فِی الْمَرْأَۃِ إِذَا تَزَوَّجَھَا الرَّجُلُ أَنَّہٗ إِذَا أُرْخِیَتِ السُّتُوْرُ فَقَدْ وَجَبَ عَلَیْہِ الصَّدَاقُ (مؤطا مالک)

سعید بن مسیب رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ مرد جب عورت سے نکاح کرلے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ فیصلہ دیا کہ یکجائی کے لئے جب پردے گرا دیئے جائیں (اور دروازے بند کر دیئے جائیں اور خلوت ثابت ہو جائے) تو (اسی سے پورا) مہر واجب ہو جاتا ہے۔

مہر مقرر نہ کیا ہو اور رخصتی سے پہلے شوہر مر جائے

عَنْ عَلْقَمَۃَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ أَنَّہٗ سُئِلَ عَنْ رَجُلٍ تَزَوَّجَ امْرَأَۃً وَلَمْ یَفْرِضْ لَھَا شَیْئًا وَلَمْ یَدْخُلْ بِھَا حَتّٰی مَاتَ فَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ لَھَا مِثْلُ صَدَاقِ نِسَائِھَا لَا وَکْسَ وَلَا شَطَطَ وَعَلَیْھَا الْعِدَّۃُ وَلَھَا الْمِیْرَاثُ فَقَامَ مَعْقَلُ بْنُ سِنَانِ الْأَشْجَعِیُّ فَقَالَ قَضٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ فِیْ بِرْوَعَ بِنْتِ وَاشِقٍ اِمْرَأَۃٍ مِّنَّا بِمِثْلِ مَا قَضَیْتَ فَفَرِحَ بِھَا ابْنُ مَسْعُوْدٍ (ترمذی و ابو داؤد)

علقمہ رحمہ اللہ سے روایت ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایسے شخص کے بارے میں پوچھا گیا جس نے ایک عورت سے نکاح کیا اور نہ تو اس کے لئے مہر مقرر کیا اور نہ ہی اس سے یکجائی کی یہاں تک

کہ اس کی وفات ہوگئی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (کے علم میں نہ تھا کہ اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی ہدایت موجود ہے اس لئے انہوں) نے (اجتہاد کیا اور اپنے اجتہاد سے) یہ جواب دیا کہ عورت کو (اپنے باپ کے خاندان کی) اپنی جیسی عورتوں کے مہر کے مثل ملے گا نہ اس سے کچھ کم اور نہ کچھ زیادہ اور اس پر عدت بھی ہوگی اور اس کو (شوہر کی) میراث بھی ملے گی۔ (اسی مجلس میں) حضرت معقل بن سنان ص (بھی تھے۔ یہ جواب سن کر وہ) کھڑے ہوئے اور کہا ہماری ایک عورت بروع بنت واشق کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی بعینہ ایسا ہی فیصلہ دیا تھا (یہ جان کر کہ ان کا اجتہاد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیصلے کے موافق ہوا) حضرت عبداللہ بن مسعود ص (انتہائی) خوش ہوئے۔

شغار سے ممانعت:

شغار سے مراد یہ ہے کہ ایک شخص اپنی بیٹی کا نکاح دوسرے سے کردے اور عوض میں دوسرا اپنی بیٹی کا نکاح پہلے سے کردے اور مہر کچھ نہ ہو۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نَهٰى عَنِ الشِّغَارِ (بخاری)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہسے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شغار سے منع کیا۔

***

ایمان وعلم اللہ تعالی کی بڑی نعمتیں ہیں

بیان: شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ابراہیم دیولا صاحب

قسط اول

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ابراہیم دیولا دامت برکاتہم بنگلہ والی مسجد حضرت نظام الدین دہلی (انڈیا) کے مقیم بزرگوں میں سے ہیں۔آپ عرصہ دراز تک اس مسجد میں درس وتدریس کے ساتھ ساتھ دعوت وتبلیغ کی عظیم خدمات بھی انجام دیتے رہے ہیں۔آپ کے بیانات کا اسلوب نہایت سادہ عام فہم لیکن قرآنی آیات سے مزین ہوتا ہے آپ اپنے بیانات میں زیادہ تر قرآنی آیات کے ترجمہ پر ہی اکتفا کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ آپ کے بیانات عوام وخواص میں بہت مقبول ہیں۔آپ کے آڈیو بیانات کتابی شکل میں چھپ کر منظر عام پر آچکے ہیں، جنہیں یہاں قسط وار شائع کیا جائے گا۔ان شاءاللہ۔ادارہ

ایمان وعلم اللہ تعالی کی بڑی نعمتیں ہیں

الحمد لله نحمده و نستعينه و نستغفره و نؤمن به و نتوكل عليه و نعوذ بالله من شرور أنفسنا و من سيئات أعمالنا، من يهده الله فلا مضل وله، و من يضلله فلا هادي له، و نشهد أن لا اله إلا الله وحده لا شريك وله، و نشهد أن سيدنا محمداً عبده و رسوله صلى الله تعالى عليه و على آله و صحبه و بارک و سلم تسليما كثيراً كثيراً، أما بعد! فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم.

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوْا رَبُّنَا اللهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَنْ لَا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُوْنَ. نَحْنُ أَوْلِيَائُكُمْ فِي الْحَيوةِ الدُّنْيَا

وَفِي الآخِرَةِ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي أَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدْعُوْنَ، نُزُلاً مِنْ غَفُوْرٍ رَحِيمٍ، وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلاً مِمَّن دَعَا إِلَى الله وَعَمِلَ صَالِحًا وَقَالَ إِنَّنِي مِنَ المُسْلِمِينَ﴾[سورة:فصلت، آیت:۳۳]. صدق الله العظیم.

میرے بزرگو اور پیارے بھائیو! حق تعالیٰ شانہ نے آپ حضرات پر بہت خصوصی کرم فرمایا ہے کہ آپ حضرات کو ایمان کے ساتھ علم کی دولت عطا فرمائی، اس سے بڑی کوئی نعمت نہیں ہے، امام غزالی فرماتے ہیں کہ دو ہی بڑی چیزیں ہیں، ایک ایمان اور دوسرا علم ان دونوں نعمتوں سے حق تعالیٰ شانہ نے آپ حضرات کو سرفراز فرمایا، اور اپنے کام اپنے کام کیلئے منتخب فرمادیا خیر کا ذریعہ بنایا طُوبَی لِعَبْدٍ جَعَلَهُ الله مِفْتَاحًا لِلْخَيْرِ وَمِغْلَاقًا لِلشَّر [رواه ابن ماجه، باب من كان مفتاحا للخير / حديث نمبر : ۲۳۸] خوش نصیب ہے وہ بندہ جس کو اللہ خیر کے پھیلنے کا ذریعہ بناوے، صبح شام آپ لوگ خیر پھیلاتے ہیں.... علم دیتے ہیں۔ علم لیتے ہیں۔ ایمان کو پانی ملتا ہے، دین کو پانی ملتا ہے، اس لئے ان لوگوں کے لئے یہ بشارت ہے، کہ " طُوبَى لِعَبْدٍ جَعَلَهُ الله مِفْتَاحًا لِلْخَيْرِ وَمِغْلَاقًا لِلشَّر ،خوش نصیب ہیں وہ جن کو خیر کے پھیلنے کا شر کے مٹنے کا ذریعہ بنایا، روشنی کے پھیلانے کا اور اندھیرے کے مٹانے کا ذریعہ بنایا، جنہیں رہبری نصیب فرمائی اور راستہ دکھانے کیلئے توفیق عطا فرمائی۔

علماء کی تعظیم:

ان احسانوں کو بار بار سوچنا ہے کیوں کہ اس سے بڑی کوئی نعمت نہیں ہے، ایمان ہے اور علم ہے، يَرْفَعِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالذِينَ أُوتُوا العِلْمَ درجات [سورة المجادله /۱۱] اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو رفعت دیتے ہیں پھر ایمان والوں میں سے علم والوں کو رفعت دیتے ؟ دیتے ہیں، ان کے درجات بلند کرتے ہیں، اللہ کے یہاں ان کا اعزاز و اکرام اتنا ہے کہ کوئی اگر عالم کی تعظیم نہیں کرتا تو وہ نبی کے گروپ میں نہیں ہے، انہیں نکال دیا اور قیامت کی علامتوں میں قرار دیا، کیوں کہ اللہ کے یہاں علم کی بڑی قدر ہے، ایمان کی بڑی قدر ہے، اس سے اللہ تعالیٰ انہیں بلندی دیتے ہیں۔ انہیں خیر کا ذریعہ بناتے ہیں، امام سیوطی نے حدیث نقانے حدیث نقل کی ہے " أَكْرِمُوا العُلَمَاء فَإِنَّهُم وَرَثَةُ الأَنْبِيَاء ابن عساكر عن ابن عباس وفي كنز العمال في سنن الأقوال والأفعال : حديث نمبر: ۲۸۷۶۴/ ۲۸۷۶۵] عوام سے بھی کہا گیا اور ان سے آپس میں بھی کہا گیا، کہ اپنے علماء کی عزت کرو، ان کی رہبری حاصل کرنا ان کی عزت کرنا بڑی بات ہے، کیوں کہ وہ نبیوں کے

وارث ہیں، جیسا نبی کی تعظیم تو قیر کی جاتی ہے ایسے ہی اہل علم کی تعظیم وتو قیر کی جائے گی ، اللہ تعالی انکی تعظیم و تو قیر کو قیامت میں بڑھائیں گے۔ علماء کی سفارش: حدیث میں ہے کہ علماء کو جنت میں جانے سے پہلے فرمائیں گے رک جاؤ! ابھی رکوان جن جن لوگوں کی سفارش کرنی ہے، انکی سفارش کرو! انکی سفارش کر کے پھر جاؤ!!! تو انبیاء کرام کوسفارش کا حق دیں گے..... شہداء کوسفارش کا حق دیں گے.....اور علماء کوسفارش کا حق دیں گے۔ یہ سب اکرام علم کی وجہ سے ہے، کیونکہ انہوں نے اپنے ایمان کے ساتھ علم کو حاصل کیا ہے اسلئے اللہ تعالی انکا اکرام کریں گے، فرشتے انکا اکرام کرتے ہیں، "إِنَّ اللهَ وَمَلَائِكَتَهُ لَيُصَلُّوْنَ عَلى مُعَلِّمِ النَّاسِ الخير" کہ جو خیر سکھاتے ہیں خیر کی تعلیم دیتے ہیں اللہ ان پر رحمتیں نازل کرتے ہیں، اور ملائکہ انکے لئے رحمت کی دعائیں کرتے ہیں، اور جو سیکھتے ہیں انکے پاس انکے لئے زمین کی اور خشکی اور سمندر کی مخلوق استغفار کرتی ہیں، مخلوق انکے لئے استغفار میں ہے، مخلوق انکے لئے رحمت کی دعاؤں میں ہے۔۔ یہ سب اس علم کی برکت ہے، یہ کوئی معمولی چیز نہیں ہے۔

نبی کو اولین وآخرین کا علم دیا گیا:

کیوں کہ اس علم کی غایت بڑی ہے، جو علم انکو دیا گیا ہے وہ آسمان سے آیا ہے، اور اللہ کی صفت علم کا پرتو ہے اللہ علیم ہے اللہ نے اپنے نبی کو علم دیا ہے، اور کتنا علم دیا؟؟ اولین اور آخرین کا علم آپکو دیا گیا۔ شیخ سعدی صاحب فرماتے ہیں کہ آدم کی الف سے لیکر مسیح ابن مریم کی میم تک۔ مسیح ابن مریم بنی اسرائیل کے آخری نبی ہیں۔ تمام علوم آپ کو دیئے گئے عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُن تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللهِ عَلَيْكَ عَظِيماً [النساء: آیت ۱۱۳] کہ آپ کو ان تمام باتوں کا علم دیا گیا ہے، جو آپ انہیں جانتے، آپ پر اللہ کا فضل بہت بڑا ہے علم تک پہونچنا یہ اللہ کا فضل خصوصی ہے، علم کا ملنا اللہ کا خصوصی فضل ہے۔ اس لئے اپنے فضل کے ساتھ اس کو ذکر کیا ہے عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُن تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللهِ عَلَيْكَ عَظِيماً.

علم کی غایت:

علم بڑی نعت ہے، کیوں کہ اس کی بڑی غایت ہے، اس کی کیا غایت ہے؟؟؟ کہ وہ اللہ کے حقوق کی معرفت کے لئے دیا گیا ہے، اور کسی کام کے لئے نہیں دیا گیا ہے، دنیا سازی کے لئے فنون ہیں، وہ علوم نہیں ہیں، تجربات کے نتیجہ سے بنائے ہیں، اس میں تغیر وتبدیلی بھی ہوسکتی ہے... کیوں کہ وہ دماغوں کی اور

تجربوں کی پرورش ہے،،،، یہ اللہ کا علم ہے، جو اللہ نے اتارا ہے یہ غیر منسوخ ہے، اس میں غلطی کا کوئی احتمال نہیں ہے، ''حق''، وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا۔

[التوبہ، آیت۔۳۲۰، الفتح: ۸۲، الصّف: ۹] یہ حق کے ساتھ آیا ہے، اس میں کوئی شک نہیں ہے، غیر منسوخ ہے۔ اس میں اس میں کوئی تبدیلی نہیں تبدیلی نہیں ہوگی۔ بس یہ پورا پورا علم حضور کی دیا گیا کمیت کے اعتبار سے بھی ..... کیفیت کے اعتبار سے بھی ... ایمانیات کا پورا علم دیا گیا۔ عبادات کا پورا علم دیا گیا معاشرت کا پوا رعلم دیا گیا... ماخلاقیات کا پورا علم دیا گیا۔ یہاں تک کہ دین کو پورا کر کے بتا دیا۔

اللہ تعالی علم کو باقی رکھیں گے:

یہ اللہ تعالیٰ کے احسانات ہیں علم پورا پورا اتارا پھر اس علم کو اللہ مٹنے نہیں دیں گے، اللہ نے جیسے قرآن شریف کے حفاظت کی ذمہ داری لی ہے، یہ محفوظ رہے گا، جب بھی لوگ اس سے ہدایت لینا چاہیں گے اس سے لینگے، حضرت معاذ بن جبل صحابہ کی جماعت میں بڑے علماء میں سے ہیں، حلال وحرام اور شریعت کے زیادہ جاننے والے ہیں، وہ یہ فرماتے ہیں کہ ایمان اور علم اللہ باقی رھیں گے، جب اس کی تلاش کے لئے لوگ نکلیں گے ... جب لوگ اسے تلاش کریں گے اللہ انکو دے دیں گے، اور مثال دی، کہ جیسے اللہ نے حضرت ابراہیم کو اس زمانہ میں توحید کا علم اپنی قدرت سے دیا، ابراہیم کے یہاں پورا ماحول شرک کا تھا، لوگ ستاروں کی عبادت کرتے تھے، اور بتوں کی عبادت کرتے تھے، اس شرک کے ماحول میں ابراہیم کو توحید کا علم اللہ نے دیا۔ و كذلك نرى ابراهيم مكوت السموات والأرض وليكون من المؤمنين [سورة انعام، آیت: ۷۵] اللہ نے جیسے ابراہیم کو شرک کے ماحول میں توحید کا علم دیا اسی طرح اس علم .... اس ایمان کو اللہ تعالی باقی رکھیں گے، کسی بھی زمانہ میں لوگ اسے تلاش کریں گے، اللہ انہیں دے دیں گے، یہ الگ بات ہے کہ لوگ اسے تلاش نہ کریں اور دنیا میں لگ جاویں تو یہ انکا اعراض ہے اور اعراض کی وجہ سے محروم ہونگے۔ اور اعراض تو محرومی لاتا ہی ہے۔ باقی اس کو اللہ زندہ رکھیں گے، اور جب اس کو تلاش کرنیوالے کھڑے ہونگے اللہ انہیں دے دیں گے۔

علماء کا وجود معجزہ:

اللہ تعالی اس ملت میں ایسے علماء پیدا کریں جو مٹی ہوئی سنتوں کو مٹی ہوئی تحریکوں کو زندہ کریں گے،

قرآن کا صحیح مطلوب اور صحیح مدلول بتائیں گے، یہ حدیثوں میں ہے، کہ علماء باطل کی غلط تاویلات کو صاف کریں گے، اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے ایسے علماء پیدا کریں گے، کیوں کہ اللہ اسے باقی رکھنا چاہتے ہیں، اس امت پر اللہ کا خصوصی فضل ہے، بعض حدیثوں میں صراحت ہے۔ کہ ہر سو سال کے بعد اللہ ایسے شخص کو پیدا کریں گے کہ جو مذہب کی تجدید کریں گے، مجدد امام راغب اصفہانی: اسی طرح آپ نے نام سنا ہوگا قرآن کے مفردات کا یعنی قرآن کی لغت.. اس کی تشریح کرنے کے لئے راغب اصفہانی کو اللہ نے پیدا کیا، یہ اصفہان کے ہیں، اصفہان ایران میں ہے، اور ان کی کتاب مفردات القرآن مشہور مرجع ہے، اور یہ شخص رہنے والا کہاں کا؟ ایران کا وہ قرآن کے الفاظ کی تشریح کر رہا ہے، ایک غیر عربی اللہ کے عربی کلام کی تشریح کر رہے ہیں۔ ان کلمات کا مطلب یہ ہے، اور قرآن میں یہ لفظ اتنی مرتبہ آیا ہے.. ویخلق مالا تعلمون ایسے ایسے پیدا کریں گے تم جانتے نہیں ہو، انہوں نے امت کی خدمت کی.. خالی شہرت حاصل نہیں کی ہے۔ وقت کی ضرورت پوری کی ہے، اس وقت امت کو کس چیز کی ضرورت ہے۔

شیخ محمد طاہر پٹنی:

یہ شیخ محمد طاہر اپنی گجرات کے ہیں، انہوں نے حدیث کی لغات کی شرح پانچ جلدوں میں کی ہے، یہ گجرات کے محدث تھے۔ اکبر کے زمانے کے ہیں۔ دیکھنا ان کی لغات حدیث میں کیسی خدمت ہے!!! حدیث کی لغت کا یہ مطلب ہے، حدیث کے احکام یہ ہیں، اس لئے علماء نے فرمایا کہ اس امت میں علماء کا وجود ایک معجزہ ہے، اللہ کی بڑی کا یہ معجزہ ہے، اللہ تعالیٰ ایسے ایسے لوگ پیدا کریں جو امت کی خدمت کریں گے آنے والی پریشانیوں کو دور کریں گے، تکلیفیں اٹھاویں گے۔

شاہ ولی اللہ کا مقام:

معاشرہ بگڑ گیا تو معاشرہ کی اصلاح کے لئے شاہ ولی اللہ صاحب کو پیدا کیا، ہندوستان کا معاشرہ جو دینی وعلمی نظر آتا ہے، یہ انکا احسان ہے.... انہیں کی روایت ہمارے پاس ہے..... حدیث کی روایت شاہ ولی اللہ صاحب سے جا کر ملتی ہے،۔

علماء کو اللہ نے غیر معمولی نعمت عطا فرمائی ہے:

جو چیز آپ کو اللہ تعالیٰ نے دی ہے وہ غیر معمولی ہے، کیوں کہ اس میں اللہ بڑی بڑی قدرت ظاہر کر

چکا ہے، اللہ نے انکے ذریعہ سے دین کی نو دین کی نصرت کی ہے علم کو زندہ کیا۔۔ سنتوں کو زندہ کیا۔ صحیح معاشرہ کو وجود میں لائے پھر جب جب کوئی بگاڑ آیا تو اس لائن کا آدمی پیدا کیا، شعیب کو پیدا کیا۔ جب ان کی قوم میں ناپ تول اور عقیدے میں بگاڑ آیا، تو ان کو ناپ تول کی کمی اور عقیدہ کی اصلاح کے لئے پیدا کیا، تاجروں کو ٹھیک کرو! ان کی تجارت بگڑ گئی ہے، ان کا عقیدہ بگڑا ہوا ہے۔

انبیاء علیہم السلام کو باطل کے مقابلے میں پیدا کیا:

موسیٰ کو فرعون اور اسکی قوم کے لئے پیدا کیا، ان کا عقیدہ بگڑا ہوا ہے، ان کا اقتدار بگڑا ہے، ان کو ٹھیک کرو! انبیاء کو باطل کے مقابلہ میں پیدا کیا، ایسے ہی جب کوئی بگاڑ آیا تو اللہ نے اپنی قدرت سے اس کے مصلح پیدا کر دیئے، تاکہ وہ معاشرہ کو صحیح رخ پر لاویں اور دنیا کو زندہ کریں، اس لئے یہ بات کہی جاتی ہے کہ علماء کا وجود اس امت میں حضور کا معجزہ ہے، جیسا کہ قرآن کریم معجزہ ہے، ویسے ہی اسکو سمجھنے والے اس سے نور لے کر دوسرے کو روشنی دینے والے ہیں۔ کتاب اور سنت رہبری کے لئے دی گئیں، دوسرے دنیا کے علوم دنیا کی ترقی کے لئے ہیں، اسی لئے جو علم ہم کو دیا گیا یہ حقوق کی معرفت کے لئے دیا گیا ہے، اللہ کے کیا حقوق ہیں؟ حضرت معاذ بن جبل سے حضور ﷺ نے فرمایا معاذ آپ کو معلوم ہے اللہ کا کیا حق ہے؟ عرض کیا! میں کیا جانوں؟ فرمایا اللہ کا حق یہ ہے کہ اس کی عبادت کرو! اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرو! تو علم حقوق کی معرفت کیلئے ہے، کیوں کہ اللہ نے دنیا کو دارالحقوق قرار دیا ہے۔ خواہشات کی جگہ نہیں ہے، یہ حقوق کو ادا کرنے کی جگہ ہے، آخرت کو دارالاجور بنایا ہے، وہاں اجر دیا جائے گا جو یہاں حق ادا کر کے آوے گا وہ وہاں بدلہ پائے گا اور جو حق ادا کر کے نہیں آئے گا وہ حقوق میں گرفتار ہوگا۔

انسانوں اور حیوانوں میں فرق:

یہ دنیا دارالحقوق ہے، یہاں تعلقات پیدا ہوتے ہیں۔ جتنے تعلقات پیدا ہوں گے اتنے حقوق آئیں گے بغیر تعلق کے دنیا نہیں ہوتی ہے۔ انسانوں میں اور حیوانوں میں یہی فرق ہے، حیوانوں میں آپس میں کوئی تعلق نہیں ہے.... اصول فقہ میں ہے جیسا آپ لوگوں نے پڑھا ہے بقاء باہم جانوروں میں نہیں ہے، انسانوں میں ہے، انکا ایک دوسرے کا تعلق ایک دوسرے کی وجہ سے ہے، اسلئے ان پر حقوق عائد ہوں گے بال کٹوانے والے کو بال کٹوانے کی ضرورت ہے۔ اور بال کاٹنے والے کو پیسوں کی ضرورت ہے، کپڑے

والے کو کپڑے سلانے کی ضرورت ہے...اور درزی کو پیسے کی ضرورت ہے۔ یہ ہے بقاء باہم اس لئے کوئی کسی پر زیادتی نہ کرے، حق ادا کرے، حق کے حق دے، یہی اس علم کی غایت ہے۔

زیادتیاں کب ہوتی ہیں؟

اسلئے جتنے تعلقات اتنے حقوق، اگر ان تعلقات کے حقوق کی رعایت نہیں ہوگی تو پھر، اگر زیادتیاں ہونگی۔ظلم ہوں گے۔ خیانتیں ہوگی اور حقوق برباد ہوں گے۔تو اس فساد کو مٹانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے علم کی روشنی دی ہے، تا کہ ٹکراؤ نہ ہو، روشنی میں ٹکراؤ نہیں ہوتا، اندھیرا ہوتا ہے تو ٹکراتے ہیں، روشنی دی ہے تا کہ روشنی میں چلتے رہیں، وہ روشنی حقوق کی ادائیگی کی ہے، اس کے لئے نبی آتے ہیں، کہ ہر آدمی کو اپنی ضرورت یاد رہے، اور اس میں حق کیا ہے ناحق کیا ہے؟ یہ علم کی خاصیت ہے، یہ علم عدل وانصاف ہے۔ یہ احسان ہے، انصاف بھی کرو، احسان بھی کرو! تا کہ معاشرے میں فساد برپا نہ ہو، اور احسان کی وجہ سے انکے تعلقات صحیح ہوجائیں، یہ اللہ کا حکم ہے إنَّ الله يأمر بالعدل والإحْسَانِ وَإيتَاءِ ذِي القُربى [النحل : ٧٠] کہ اللہ تعالیٰ انصاف کرنے کا احسان کرنے کا حکم دیتے ہیں، رشتہ داروں کو دینے کا حکم دیتے ہیں۔

دنیا حقوق کی ادائیگی کے لئے ہے:

یہ دلیل ہے اس بات کی کہ دنیا دار الحقوق ہے، اور اللہ تعالیٰ حقوق کی ادائیگی کے لئے دنیا میں اپنے رسولوں کو بھیجتے ہیں، تا کہ وہ اللہ کا حق بتادیں، سب سے پہلے اللہ کا!!! اور وہ ہے اللہ کو اللہ ماننا، جیسے وہ اپنی شان وصفات کے ساتھ ہے، اور اس کے تمام احکام کو تسلیم کرنا، جیسے اس کے احکام ہیں، سب سے پہلے اس کی دعوت سب سے پہلے اس کی تعلیم...لوگ اللہ سے جڑ جاویں، ہر نبی کی آواز تھی ﴿يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ من إله غَيْرُه [الأعرف : اے میری قوم ایک اللہ کی عبادت پر آجاؤ، تمھارے لئے کوئی دوسرا معبود نہیں، کوئی دوسرا کارساز نہیں ہے، رسول سب کے لئے ..اللہ بھی سب کے لئے معبود برحق، حیات اور موت کا مالک ہے...اور حیات اور موت کے درمیان جتنے مسائل ہیں ان کا بھی مالک ایسے ہی سب کے لئے، ایک رسول آخر میں آیا وَقُلْ يَا أَيُّهَا النَّاس إِنِّي رَسُولُ اللهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعاً الذى لَهُ مُلْكُ السَّمَواتِ والأَرضِ ﴾ [الأعراف: ١٥٨] ایک ہی راستہ سب کے لئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے اس راستہ کو کشادہ کیا گیا تنگی ختم کردی وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ [سورة الحج : ٧] اسکی تکمیل کے لئے یہ سارے علوم آئے

ہیں۔دین کی سمجھ اللہ کا بڑا انعام ہے:اللہ جسکے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرینگے اسکو دین کی سمجھ دیں گے، حدیث شریف میں ہے۔ مَنْ يُرِدِ اللهُ بِهِ خَيْراً يُفَقِّهُ فِي الدِّينِ [مسند أحمد بن حنبل / حديث نمبر : ١٦٨٣٧]اللہ جسکے ساتھ خیر کا ارادہ کرے گا اسے اپنے دین کی سمجھ دے گا،تو دین کی سمجھ مل جانا اللہ تعالیٰ کا بڑا انعام ہے، دین کے بارے میں سمجھ کسی کو مل جاوے وہ سعید ہے۔وہ خوش نصیب ہے۔باقی یہ سمجھنا پڑے گا کہ ہم کو یہ نعمت کیوں ملی ہے؟ تو نعمت حقوق کی ادائیگی کے لئے ہے،حقوق کی پاسبانی کے لئے ہے، اسلئے اس علم کو امانت قرار دیا ہے،اس میں کوئی کمی بیشی نہیں ہے،کوئی اس میں ملاوٹ نہ کرے کوئی غلط بیانی نہ کرے اپنے خیالات سے رہبری نہ کرے بلکہ حق کی رہبری کرے،اس لئے اس علم کا حاصل کرنا فرض قرار دیا۔

علم دین امانت ہے:

دین کے جو کام فرض ہیں انکا علم فرض ہے، جو واجب ہیں انکا علم واجب ہے، اس کے بغیر صحیح بات سامنے نہیں آئے گی ،لوگ اپنے اپنے خیالات سے رجوع کریں گے،صحیح علم حاصل کرلو،حضرت عمر لوگوں سے فرماتے تھے تَفَقَّهُوا قَبْلَ أَن تسو دوا شعب الايمان، باب طلب العلم، حديث نمبر : ١٥٤٩]لوگ تمہیں اپنا بڑا بناویں اپنا رہبر ذمہ دار بناویں اس سے پہلے دین کا علم حاصل کرلو،کیوں کہ یہ امانت ہے،جسکے سلسلے میں ہے کہ انھوں نے صحیح حدیث دی..صحیح حدیث کی...ذرا سا بھی خطرہ آیا نہیں لی ذرا بھی شک کہ نہیں یہ نہیں لیں گے۔اس سے حدیث نہیں لینی ہے، یہ آدمی ثقہ نہیں ہے، یہ صحیح آدمی نہیں ہے، یہ معتبر نہیں ہے! اسکے قصے کتابوں میں ہیں، ایک محدث کا گھوڑا بھاگ گیا اب اس کو بلا رہے ہیں آؤ آؤ اور انکے پاس تو دانے ڈالنے والا برتن بھی جس پر وہ دانہ ڈالتے تھے،تو برتن دکھا رہے ہیں گھوڑے کو،آؤ آؤ مگر برتن میں دانے ہیں نہیں،تو جب ان کو دیکھا کہ گھوڑے کو بلا رہے ہیں اور برتن میں دانے نہیں ہیں،تو کہا گھوڑے کو دھوکہ دے رہے ہیں، جو گھوڑے کو دھوکہ دے....اسکا کوئی اعتبار نہیں ہے، وہ ہے، وہ تو انسان کو بھی دھوکہ دے سکتا ہے، اس سے حدیث نہیں لیں گے، اسکا کوئی بھروسہ نہیں۔ایسے میں ناپ تول کر کے ایمانداری کو سامنے رکھا،حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امانت داری اور سچائی نبوت سے پہلے ظاہر ہوئی، نبوت کے بعد نہیں، نبوت بعد میں ملی.....اور آپکا صدق اور امانت داری پہلے ظاہر ہوتی ہے، یہ بنیاد ہے۔(جاری ہے)

***

غزوۂ تبوک میں پنہاں تربیتی پہلوؤں پر ایک نظر!

مولانا محمد طیب حنیف

رجب سن ۹ ھ کا واقعہ ہے، جس میں مسلمانوں کے خلاف بنسبت مشرکینِ عرب و یہود کے زیادہ سخت وجنگجو رومن امپائر کی فوج برسر پیکار ہوئی، جنہیں نصف دنیا پر حکمرانیت کا طُرّ ۂ امتیاز حاصل تھا، جس کی مسلح افواج نے حال ہی میں سلطنتِ ایران کو شکست سے دوچار کیا تھا، جن کی وسعتِ مالی، قوتِ بدنی وعسکری نظام وغیرہ کو پیشِ نظر رکھ کر مسلمانوں کی حالت کو دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ ایک ''پرِ کاہ'' کا ''کوہ'' سے مقابلہ ہے۔ علاوہ ازیں عرب عیسائی قبائل لخم، جزام، عاملہ، قبیلہ غسان وغیرہ بھی مقامِ موتہ پر ہونے والی شکست فاش کا بدلہ وانتقام لینے کے واسطے بے چین و بے تاب اُن کے شانہ بشانہ شریک تھے۔ اس کے بالمقابل مسلمانوں کی زبوں حالی کا کچھ یوں حال تھا، جس کی تفصیل سے متعلق مشہور مؤرخ ابن اسحاقؒ اپنی کتاب ''سیرت ابن ہشام'' میں رقم طراز ہیں:

ترجمہ:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا جانثار صحابہؓ کو رومیوں کے خلاف جنگ کی تیاری کا حکم دیا، یہ اس وقت کی بات ہے جب لوگ کسمپرسی کی حالت میں، سخت گرمی، قحط سالی کا شکار تھے، جب کہ مدینہ کے نخلستان میں کھجوریں پک رہی تھیں (جس کا شدّت سے انتظار رہتا تھا)، جس پر اُگنے والی کھجوروں اور ان کے زیرِ سایہ بیٹھنے کو ہر چیز سے محبوب جانا جاتا تھا، نیز ان پیش آمدہ حالت میں خود کو دھکیلنا طبیعت پر شاق وگراں معلوم ہوتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ شریفہ یہ تھی کہ جس سمت سے جہاد پر روانگی کا قصد فرماتے اس کو عام لوگوں پر مخفی رکھتے، اور اس کے خلاف جہت کو (توریۃً) بیان فرماتے تھے، مگر غزوۂ تبوک

وہ واحد معرکہ تھا کہ جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسافت کی دوری، حالات کی سختی اور فریقِ مخالف کی کثرتِ تعداد کے سبب لوگوں کو صراحتاً سمتِ سفر سے آگاہ کیا، تاکہ لوگ حسبِ حالت زادِ راہ تیار کر لیں۔''

اس معرکہ میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جاں نثاری اُخوتِ اسلامی کے اُن گراں قدر جذبات کا اظہار کیا کہ اوراقِ تاریخ اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہیں۔ نیز اس میں قیامت تک کے انسانوں کے واسطے مختلف حیثیتوں سے تربیتی پہلوں نمایاں ہوتے ہیں، جس کو مشعلِ راہ بناتے ہوئے انسان دینی و دنیاوی ہر اعتبار سے ترقی کی منازل بآسانی طے کر سکتا ہے، جن میں سے چند فوائد ہدیۂ قارئین ہیں:

1: راہِ خدا میں جانی و مالی قربانیاں پیش کرنے کا جذبہ

حضور نبی کریم ﷺ نے جب نفیرِ عام کا حکم دیا تو آپ ﷺ کی صرف ایک صدا پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی ایک بڑی تعداد کا ضروریاتِ زندگی کو بالائے طاق رکھتے ہوئے جہاد کے لیے نکلنا ان کے پاک طینت ہونے کی بیّن دلیل ہے۔ نیز اس کسمپُرسی کی کیفیت اور مسلمانوں کی شکستہ حالی کی بنا پر نبی کریم ﷺ نے عام تعاون کا اعلان کیا اور اس میں صدقہ خیرات کی ترغیبی مہم چلائی، جس پر شمعِ رسالت کے پروانوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، جس میں حضرت ذوالنورین عثمان غنی رضی اللہ عنہ ۹۰۰ اونٹ، ۱۰۰ گھوڑے اور ایک ہزار دینار پیش کر کے ''مجھز جیش العسرۃ'' کے لقب سے سرفراز ہوئے، جبکہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ چالیس ہزار درہم راہِ خدا میں صرف کر کے مستحقِ اجر ہوئے۔ (سیرتِ ابن ہشام: ۲/ ۵۱۸)

2: نیکی کے کاموں میں منافست و مسابقت مطلوب ہے

حضرت عمر- رضی اللہ عنہ- کا بیان ملتا ہے کہ میں نے سوچا کہ آج کے دن تو میں صدیق اکبر- رضی اللہ عنہ- سے بازی مار سکتا ہوں، چونکہ میری مالی حالت ان سے قدرے خوشحال ہے، اس بنا پر وہ اثاث البیت کا نصف جو ڈھائی ہزار روپیہ پر مشتمل تھا، پیش خدمت کیا، مگر قربان جائیں حضرت صدیق اکبر- رضی اللہ عنہ- کی جانثاری پر، جنہوں نے گھر میں اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے سوا کچھ بھی باقی نہ چھوڑا، گھر میں جو کچھ تھا، سب خدا کے نام پر نثار کر دیا۔ جب یہ منظر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھا تو فرمایا کہ: مجھے معلوم ہوگیا، میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر کبھی بازی نہیں جیت سکتا۔ (حیاۃ الصحابہؓ: ۲/ ۱۵، انفاق الصحابہؓ المال فی غزوۃ تبوک)

3: تعداد کی قلت و کثرت پر اعتماد دھوکہ شیطانی ہے

رومن امپائر افواج کی تعداد تقریباً ۴۰۰۰۰ (چالیس ہزار) تھی، جبکہ اس کے بالمقابل مسلمانوں کا تیس ہزار کا لشکر ''کَمْ مِّنْ فِئَۃٍ قَلِیْلَۃٍ غَلَبَتْ فِئَۃً کَثِیْرَۃً بِاِذْنِ اللّٰہِ'' کا والہانہ نعرہ بلند کیے عشقِ نبوی سے سرشار وادیوں وبستیوں کو قطع کیے جا رہے تھے۔

4: عذر تراشی جرم میں اضافہ کا باعث ہے

مسلمانوں کے ہمراہ منافقین کی ایک بڑی تعداد اس سفر میں شریک ہوئی، مگر ان کی ایک جماعت نے مدینہ ہی میں تراشیدہ اعذار کے انبار لگا کر رخصت کا سوال کیا، جیسا کہ منافق جد بن قیس نے یہ عذر گڑھا کہ میں نہایت حسین وجمیل ہوں، بنو اصفر کی خواتین کو دیکھ کر نفس پر قابو نہیں پا سکتا، لہٰذا اس ابتلاء وفتنہ سے مجھے محفوظ رکھیں، جس کی شناعت وفتنہ میں پڑ جانے کو قرآن مجید نے یوں آشکارا کیا: ''وَمِنْھُمْ مَّنْ یَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّیْ وَلَاتَفْتِنِّیْ اَلَا فِی الْفِتْنَۃِ سَقَطُوْا۔''(تفسیر قرطبی:۸/۱۵۸، سورۃ التوبہ:۴۹)

اس کے علاوہ رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی بن سلول اور اس کے ہمنوا وہم مشرب افراد مدینہ کے قریب ذُباب پہاڑی تک شریک ہوئے اور پھر موقع کو غنیمت جان کر بھاگ کھڑے ہوئے۔

5: اجتماعی امورِ دینیہ میں رخنہ ورکاوٹ ڈالنے پر سخت تنبیہ

منافقین کی ایک بڑی تعداد خود تو شرکت سے باز رہی، جبکہ سویلم یہودی کے گھر جمع ہو کر سادہ لوح مسلمانوں کو جہاد جیسے عظیم امر سے روکنے کی مہم کا آغاز کیا، جیسا کہ قرآن مجید نے ان کا جملہ حکایۃً نقل کر کے ان کو سخت ڈانٹ پلائی: ''وَقَالُوْا لَاتَنْفِرُوْا فِی الْحَرِّ قُلْ نَارُ جَھَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا۔''(البقرۃ:۸۱) جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ہوئی تو آپ نے طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کو بھیج کر اس یہودی کے گھر کو نذر آتش کرنے کا حکم دیا۔(سیرتِ ابن ہشام:۲/۵۱۷)

6: فرائض کی تکمیل کے اسباب مہیا نہ ہونے پر غم کا اظہار

ایک طرف تو منافقین نے مختلف اعذار تراشے، اپنے تئیں خود کو جنگی صعوبتوں سے باز رکھا، تو دوسری جانب مالی اعتبار سے پسپاں حال مسلمانوں کی ایک جماعت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اشکبار حالت میں حاضرِ خدمت ہوئی، جس کا نقشہ قرآن مجید نے یوں کھینچا ہے:

"وَّ لَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَاۤ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَاۤ اَجِدُ مَاۤ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ
تَوَلَّوْا وَّ اَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ" (البقرۃ: ۹۲)

ترجمہ: ''اور نہ ان لوگوں پر (کوئی گناہ ہے) جن کا حال یہ ہے کہ جب وہ تمہارے پاس اس غرض سے آئے کہ تم انہیں کوئی سواری مہیا کر دو، اور تم نے کہا کہ: میرے پاس تو کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس پر میں تمہیں سوار کر سکوں، تو وہ اس حالت میں واپس گئے کہ ان کی آنکھیں اس غم میں آنسوؤں سے بہہ رہی تھیں کہ ان کے پاس خرچ کرنے کو کچھ نہیں ہے۔''

7: ایک دوسرے کے ساتھ احسان و مالی تعاون

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے بھی سواری و زادِ راہ کا انتظام نہ ہو سکا تو ان حضرات کا نہایت افسردگی کے عالم میں حضرت ابن یامین بن عمیر- رضی اللہ عنہ- پر گزر ہوا، ان سے رونے کی وجہ معلوم ہونے پر انہوں نے سواری کے واسطے اونٹ اور زادِ راہ کے لیے کھجوریں فراہم کر کے امت کو ہمدردی کے جذبات کا ثبوت دیا۔ (سیرتِ ابن ہشام: ۲/ ۵۱۸)

8: سفرِ تبلیغ و جہاد میں روانگی سے قبل اہل وعیال کے واسطے نیابت کا اہتمام

یہ پہلا معرکہ تھا جس میں کسی زوجہ محترمہ کو ہمراہ لیے بغیر نبی کریم ﷺ عازمِ سفر ہوئے، اس بنا پر اہل وعیال کی دیکھ بھال کے لیے حضرت علی- کرّم اللہ وجہہ- کو اپنا جانشین مقرر کیا، اور سفر پر روانہ ہوئے، مگر منافقین نے ان کو پست ہمت و ابتلاءِ نفاق کے طعنے دیتے ہوئے موردِ الزام ٹھہرایا، جس پر کبیدہ خاطر ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی اپنا رختِ سفر باندھا اور مدینہ سے تین میل کے فاصلے پر مقامِ جُرف پر حضور ﷺ کے قافلے سے جا ملے، مگر اطلاع ملنے پر آپ نے انہیں دوبارہ لوٹنے کا حکم دیا، نیز ارشاد فرمایا:

''کیا تم اس پر راضی نہیں کہ تمہیں مجھ سے اس نسبت کا شرف حاصل ہو جو حضرت ہارون علیہ السلام کو موسیٰ- علیہ السلام- کے کوہِ طور جانے پر (نسبتِ نیابت کا شرف) حاصل ہوا؟۔'' (صحیح بخاری)

یہ سن کر حضرت علی- کرّم اللہ وجہہ- مطمئن ہو کر واپس مدینہ لوٹ آئے۔

9: عذابِ الٰہی کا مظہر بستیوں پر سے گزرتے ہوئے خشیت کے آثار کا ظہور

نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا قافلہ جب مقام حجر کو پہنچا، جہاں قومِ ثمود کے کھنڈرات تھے،

جہاں ہزاروں برس قبل حضرت صالح علیہ السلام نے توحید کی صدا بلند کی تھی، مگر ان کی دعوت پر لبیک کہنے کے بجائے ظلم وتعدی کی داستان رقم کرنے پر حق تعالیٰ شانہ نے ان پر زلزلے وکڑک کا عذاب مسلط کر کے ان کا نام ونشان تک مٹادیا، البتہ پہاڑوں میں تراشیدہ قصر ومحلات زبانِ حال سے ان کی داستانِ عبرت سنا رہے تھے۔ نبی پاک ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو تاکید فرمائی: ''ان ظالم لوگوں کی آبادی ومسکن سے گزرتے ہوئے حق تعالیٰ سے ڈرو، مبادا یہ کہ وہی عذاب تم پر نازل نہ ہوجائے، کوئی شخص بھی یہاں قیام کی کوشش نہ کرے، یہاں کا پانی استعمال میں نہ لائے، اور جو پانی استعمال کر کے آٹا وغیرہ گوندھا گیا ہو، اسے جانور کے سامنے ڈال دیا جائے۔'' (صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۴۴۱۸) چنانچہ آپ ﷺ نے اس عبرت ناک مقام کو چہرۂ انور پر رومال ڈالے تیزی سے عبور کیا۔ حساس اور لطیف مزاج انسان کو عذاب زدہ مقامات پر ہزار ہا سال بعد بھی ایک وحشت وغضب اُترتا محسوس ہوتا ہے، حضور علیہ السلام سے بڑھ کر ایسے اثرات کا احساس بھلا کس کو ہوسکتا تھا۔ (تاریخ امت مسلمہ، جلد اول، ص: ۳۶۴)

10: غیرتِ شرعی ایمان کا حصہ ہے

حضرت ابوخیثمہ رضی اللہ عنہ سفرِ تبوک سے گرمی کی شدت کے پیش نظر لوٹ آئے تھے، جب اپنے باغ کے سایہ فگن خیمے میں داخل ہوئے اور اہلیہ کی جانب سے ٹھنڈا پانی پیش کیا گیا تو غیرتِ ایمانی واخوتِ اسلامی نے جوش مارا اور فرمانے لگے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحابؓ سخت گرمی کی تپش سے دوچار ہوں اور ابوخیثمہ یہاں ٹھنڈی چھاؤں وشیریں پانی سے لطف اندوز ہو، ضمیر نے ایسا جھنجھوڑا کی اسی وقت قسم اُٹھائی کہ اس باغ میں قدم بھی نہ رکھوں گا، حتیٰ کہ دوبارہ ان کے ساتھ شریک نہ ہوجاؤں، بہرحال اسی وقت عازمِ سفر ہوئے اور حاضرِ خدمت ہوئے، تاخیر کی وجہ دریافت کیے جانے پر سارا ماجرا بیان کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خوب خیر کی دعاؤں سے نوازا۔ (سیرتِ ابن ہشام: ۲/۵۲۱)

11: چھوٹوں کی رائے کو اہمیت کی نگاہ سے دیکھنا

روایت میں آتا ہے کہ سفر کے دوران بھوک کی شدت کا یہ عالم تھا کہ لوگ اپنے سواری کے جانور ذبح کر کے کھانے پر مجبور تھے، جب یہ سارا منظر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو دربارِ نبوی ﷺ میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ اس عمل سے اصحاب کو روک دیجئے، اس طرح تو سفر سے واپسی میں شدید دِقت پیش

آئے گی۔حضور ﷺ نے فرمایا: پھراس کے علاوہ دوسری راہ کیا ہے؟ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے زیرکی ودانشمندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے مشورہ دیا کہ سب کے پاس موجود زادِراہ جمع فرمالیں، اور آپ اس پر برکت کی دعا کیجئے، امید ہے کہ اللہ کی طرف سے راہ ہموار ہوجائے۔حضور ﷺ کو یہ مشورہ پسند آیا، آپ نے اعلان کیا، تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنے پاس جوتھوڑا بہت زادِ راہ محفوظ تھا، سب ایک چمڑے کے دسترخوان پر جمع کیا، پھر آپ ﷺ نے اس پر برکت کی دعا کی، اور فرمایا: ''خُذُوْا فِيْ أَوْعِيَتِكُمْ'' سب اپنے توشہ دان کومکمل بھرلو، سب نے توشہ دان کو بھرا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اب تم لوگ کھاؤ۔ راوی کہتے ہیں کہ سب نے خوب سیر ہوکر کھایا، حتیٰ کہ بہت سارا کھانا اب بھی باقی رہا۔

12: کٹھن ومشکل مراحل طے کرتے وقت اکابر کے احکامات کی مخالفت سے احتراز

دورانِ سفر پانی کی قلت وسخت گرمی کے باعث پیاس سے بُرا حال تھا، اثناءِ سفر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کل ہم مقامِ تبوک عین زوال کے وقت پہنچیں گے، لیکن یادرکھنا کہ مجھ سے سبقت کرکے چشمہ سے کوئی شخص پانی استعمال نہ کرے، صحابہؓ نے آپ کی بات پر لبیک کہا، لیکن چند منافقین نے سبقت کرکے پانی استعمال کیا، جس سے پانی میں گدلاپن آنے لگا، نبی پاک ﷺ نے اس پانی سے ہاتھ منہ دھوکر دوبارہ اسی میں انڈیل دیا، اللہ کی شان اس میں معجزاتی طور پر خوب پانی بھرآیا۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی: ۵/ ۲۳۶)

13: مخلص دوست کبھی پیٹھ نہیں پھیرتا

حضرت ابوذرغفاری رضی اللہ عنہ کی سواری لاغر وکمزوری کی بنا پر لشکر سے کوسوں دوررہ گئی، جس کو دیکھ کر آپؓ نے اپنا سامان کمر پر لادکر پاپیادہ لشکر کی طرف بڑھنے کا فیصلہ کیا، دوسری جانب حضرات صحابہؓ نے آپ کی عدم موجودگی کومحسوس کرتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''چھوڑدو، اگراس میں خیر ہوگی تو اللہ اسے تم سے ملادیں گے، وگرنہ وہ شامل نہ ہوسکے گا۔'' ابھی یہ جملہ مکمل ہی ہوا تھا کہ اچانک دور سے ایک پاپیادہ کمر پر سامان لادے شخص کو آتا دیکھا گیا، جس پر بے ساختہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر جاری ہوا ''كُن أباذر'' (شرح الزرقاني على المواهب اللدنية: ۴/۸۳) (اے اللہ! یہ ابوذر کا آنا مقدر فرمادے)، اللہ کی شان وہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ ہی تھے، جنہوں نے اپنی رفاقتِ کاملہ کا عملی ثبوت پیش کیا۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں تنہا اس حال

میں آتا دیکھ کر فرمایا: "رحم الله أبا ذر، يمشي وحدهٔ، يموت وحدهٔ، ويبعث وحدهٔ۔" (اللہ رحم فرمائے ابوذر پر، تنِ تنہا سفر کرتا ہے، سب سے دور علیحدہ موت کی آغوش میں سلایا جائے گا، اور آخر میں اکیلا قبر سے اُٹھایا جائے گا) چنانچہ ایسا ہی ہوا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مشورہ پر مقامِ ربذہ کو اہلیہ وخادم سمیت اپنا مسکن وموطن بنایا، اور عراق سے واپسی پر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا اس مقام سے گزر ہوا، آپ کی نعش کو اس طرح تنہا دیکھ کر نمازِ جنازہ پڑھائی، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشنگوئی کو یاد کر کے آبدیدہ ہو گئے۔ (الکامل: ۲/ ۱۴۹)

14: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بحیثیت صلح پسند حاکم کا کردار

مقام تبوک پر دورانِ قیام مختلف قبائل کے زعماء یہود نے خدمتِ نبوی میں حاضر ہو کر جزیہ قبول کرنے کی درخواست پیش کی، جن میں ایلہ مقام کے سربراہ یوحنا بن روبہ کا نام سرِفہرست ملتا ہے، آپ نے ان تمام کی درخواست کو صلح وامن پسندی کے قیام کی خاطر قبول کیا۔ نیز حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو دومۃ الجندل کے حاکم اُکیدر نصرانی کی گرفتاری کا حکم دیا، اور پیش گوئی فرمائی کہ وہ جانور کا شکار کرتے ہوئے شکار ہوگا، چنانچہ یوں ہی ہوا، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اس کی تلاش میں روانہ ہوئے، تو دوسری طرف اُکیدر فلک بوس محل کی چھت پر اہلیہ سمیت شہر کے اطراف واکناف کا نظارہ کرنے میں مصروف تھا کہ اچانک اس کی نگاہ نیل گائے پر پڑی، شکار کی محبت وفریفتگی کا یہ عالم تھا کہ خود پر قابو نہ پاسکا، اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ہاتھ گرفتار ہوا، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیے جانے کے بعد ادائیگیِ جزیہ پر مصالحت سمیت لوٹا۔ (سیرتِ ابن ہشام: ۲/ ۵۲۷)

15: دنیا کی رذالت وعدمِ ثباتی کا ہر دم استحضار

جب اُکیدر نصرانی آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو بعض صحابہؓ نے اس کے قباء کی حسن رعنائی وملائمت کو دیکھا تو از راہِ تعجب اس کو چھونے لگے، اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خطاب کر کے پوری اُمت کے رُخ کو درست کیا، اور فرمایا کہ: تم اس پر حیرت وفریفتگی میں مبتلا ہو، بخدا جنت میں سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو پیش کیا جانے والا رومال اس سے بھی کئی گنا زیادہ خوبصورت وملائم ہے۔ (صحیح مسلم، رقم: ۲۴۶۹)

16: رفقاء کے ساتھ ایک غم خوار امیرِ کارواں کا کردار

سفرِ تبوک میں ایک مخلص صحابی حضرت ذوالبجادین رضی اللہ عنہ کا بخار کی شدت کے باعث انتقال ہوا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم خود بنفسِ نفیس ان کے تکفین وتدفین کے مراحل میں شریک رہے، حتیٰ کہ اپنے دستِ اقدس سے ان کو سپردِ خاک کر کے ایک غم خوار امیر کے کردار سے روشناس کیا، اور ان کے حق میں دعا کرتے ہوئے فرمایا: ''اللّٰهم إني أمسيت راضياً عنه فارض عنه۔'' (رحمۃٌ للعالمین، ص:۱۱۸، حصہ اول)

17: تفرقہ بازی وفسادات کی دینِ اسلام میں بالکل گنجائش نہیں

''تبوک'' روانگی سے قبل منافقین نے مسلمانوں کے مابین باہمی پھوٹ ڈالنے اور مسلمانوں کی بیخ کنی کی غرض سے ایک مسجد کا سنگِ بنیاد رکھا، جس کو ضرورت ومصلحت کے دلفریب جلی عنوان کے ساتھ سرکاری حیثیت دینے کی غرض سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تشریف آوری کی درخواست پیش کی گئی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سفرِ تبوک سے واپسی پر حاضری کا وعدہ کیا، مگر اللہ رب العزت نے منافقین کے عزائم اور اس نام نہاد مسجد کی قلعی کھول کر حقیقتِ حال سے آگاہ کیا۔ (تفسیر قرطبی: ۸ / ۲۵۳) چنانچہ اس سلسلہ میں ان آیات کا نزول ہوا:

''وَ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّ كُفْرًا وَّ تَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ اِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ وَ لَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَاۤ اِلَّا الْحُسْنٰى وَ اللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا۔'' (توبہ: ۱۰۸،۱۰۷)

ترجمہ: ''اور جنہوں نے (ان اغراض کے لیے) مسجد بنائی کہ (اسلام کو) ضرر پہنچائیں اور (اس میں بیٹھ کر) کفر کی باتیں کریں، اور ایمانداروں میں تفریق ڈالیں، اور اس شخص کے قیام کا سامان کردیں جس اس کے قبل سے خدا اور سول کا مخالف ہے، اور قسمیں کھا جاویں گے کہ بجز بھلائی کے ہماری اور کچھ نیت نہیں، اور اللہ گواہ ہے کہ وہ بالکل جھوٹے ہیں۔ آپ اس میں کبھی (نماز کے لیے) کھڑے نہ ہوں۔''

18: اعترافِ جرم صفاءِ قلب کی علامت ہے

اس سفر میں صرف دس افراد بغیر کسی شک وارتیاب وعذرِ شرعی پابہ رکاب نہ ہوسکے، جن میں کعب بن مالک، ہلال بن امیہ، مرارہ بن ربیع رضی اللہ عنہم کے نام نمایاں تھے، البتہ حق وصداقت سے معمور دل

نے ان حضرات کو منافقین کی طرح حیل وحجت پیش کر کے عذر خواہی کی جسارت سے باز رکھا، چنانچہ ندامت وپشیمانی کے ساتھ اپنی غلطی کا اعتراف کیا، مگر تکوینی نظام ومصلحت کے تحت ان حضرات سے مقاطعتِ کلامی کا حکم دیا گیا، چنانچہ تقریباً ۵۰ دن مقاطعت کے بعد ان تینوں حضرات کی قبولیتِ توبہ سے متعلق ان آیات کا نزول ہوا:

"وَعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا حَتّٰٓى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَ ضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَ ظَنُّوْٓا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّآ اِلَيْهِ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ۔" (التوبہ:۱۱۸)

ترجمہ: "اور ان شخصوں پر بھی (توجہ فرمائی) جن کا معاملہ ملتوی چھوڑ دیا گیا تھا، یہاں تک کہ جب زمین باوجود اپنی فراخی کے ان پر تنگی کرنے لگی اور وہ خود اپنی جان سے تنگ ہوگئے اور انہوں نے سمجھ لیا کہ خدا (کی گرفت) سے کہیں پناہ نہیں، بجز اس کے کہ اسی کی طرف رجوع کیا جائے (اس وقت وہ خاص توجہ کے قابل ہوئے اور) پھر ان کے حال پر خصوصی توجہ فرمائی، تاکہ وہ آئندہ بھی رجوع کیا کریں۔ بے شک اللہ تعالیٰ بہت توجہ فرمانے والے بڑے رحم کرنے والے ہیں۔"

19: اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت تمام رشتوں سے مقدم ہے

اس سماجی بائیکاٹ کے باعث نہایت رنج والم کی کیفیت کا سماں تھا، زمین باوجود اپنی وسعت تنگ محسوس ہورہی تھی، اقارب اور دوست احباب سب بیگانے نظر آنے لگے تھے۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میرا نہایت قریبی دوست اور چچیرا بھائی ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بھی مجھے جواب نہ دیتا تھا، خود نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عالم تھا کہ آپ محبت بھری نگاہوں سے گوشۂ چشم سے میری شکستہ حالت کو مشاہدہ فرماتے، مگر ان کی جانب نگاہ اُٹھتے ہی معرضانہ رویہ دل چیر دیتا تھا۔ (صحیح بخاری) یہ سب اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے آگے سرنگوں ہونے کا نتیجہ تھا۔

20: باطل واغیار کی جانب سے دنیاوی حشم وخدم کی پیشکش کو ٹھکرانا

رئیسِ غسان کو جب اس تمام واقعہ ومقاطعتِ کلامی کی اطلاع پہنچی، اس نے شام کا ایک قاصد حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا اور اس نے دنیاوی آسائش وآرائش کے دلفریب تخیلاتی مناظر کو بصورتِ

خط پیش کیا، اس خط کا مندرجہ یہ تھا: ''ہم نے سنا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تمہاری قدر نہ کی، اس لیے تم میرے پاس چلے آؤ، میں تمہاری شان کے موافق تم سے برتاؤ کروں گا۔'' حضرت کعب رضی اللہ عنہ معتوبِ نبوی ہونے کے باجود شدید برہم ہوئے اور خط کو تندور میں جھونک دیا۔

21: مسلمانوں کے مابین محبت و تعلق کے جذبات

اللہ کی طرف سے اجابتِ توبہ کی نوید سنائے جانے پر تمام مسلمانوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی، جس کی بشارت سلع نامی پہاڑ سے ایک بلند آواز شخص نے سنائی۔ روایت میں آتا ہے کہ وہ بلند آواز شخصیت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تھے۔ اس خوش کُن خبر کو سنتے ہی حضرت کعب رضی اللہ عنہ دوڑتے ہوئے مسجد نبوی حاضرِ خدمت ہوئے، صحابہ کرامؓ جوق در جوق مبارکباد دینے لگے، اور خود نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ مبارک خوشی سے چمک رہا تھا۔ اس سلسلہ کی ایک یادگار گھڑی کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ''مہاجرین میں سے سب سے پہلے حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر میرا استقبال کیا، مجھ سے مصافحہ کرکے گلے لگایا، میں ان کے اس احسان کو کبھی نہیں بھلا سکتا۔'' (صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ تبوک، رقم الحدیث: ۴۴۱۸)

22: درست گوئی باعثِ نجات ہے

حضرت کعب رضی اللہ عنہ توبہ کی قبولیت پر فرماتے ہیں: ''اللہ رب العزت نے اسلام کی دولت سے سرفرازی کے بعد دوسری عظیم دولت صداقت گوئی کی اہمیت کو دل میں پیوستہ کیا، جس کی بدولت مجھے اس ابتلاء سے خلاصی نصیب ہوئی۔'' چنانچہ پھر عزم کیا کہ آئندہ کبھی جھوٹ نہیں بولوں گا اور اس عہد کو تادمِ حیات بخوبی نبھایا۔ (صحیح بخاری، کتاب المغازی، رقم الحدیث: ۴۴۱۸) نیز حدیث شریف میں آتا ہے: ''سچی بات نیکی ہے، اور جنت کی جانب رہنما ہے، جبکہ جھوٹ گناہ ہے، اور گناہ جہنم کی جانب مفضی ہے۔''

ان تمام تربیتی پہلوؤں میں پوری اُمت کو غور و فکر کی دعوت دی گئی ہے، جن کو مشعلِ راہ بناتے ہوئے ایک پُرسکون و پائیدار بھائی چارگی کے جذبات پر قائم معاشرہ بآسانی پورا کیا جاسکتا ہے۔ اللہ رب العزت ہمیں ان باتوں کو سمجھنے و عملی زندگی میں زندہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

***

جھوٹ : ایک تفصیلی مطالعہ

(ابوعثمان استاد جامعہ دارالتقویٰ)

جھوٹ انسانی فطرت کا ایک ایسا پہلو ہے جو انفرادی، سماجی اور اخلاقی سطح پر گہرے اثرات مرتب کرتا ہے۔ دنیا کے تمام مذاہب اور اخلاقی فلسفے سچ بولنے پر زور دیتے ہیں، جبکہ جھوٹ کو ایک برائی قرار دیا گیا ہے۔ اس مضمون میں ہم جھوٹ کے مختلف پہلوؤں کا تفصیلی جائزہ لیں گے۔

جھوٹ کا اخلاقی پہلو:

اخلاقی اعتبار سے جھوٹ بولنا ایک ناپسندیدہ اور مذموم عمل سمجھا جاتا ہے۔ تمام مذاہب، بالخصوص اسلام، مسیحیت، ہندومت اور بدھ مت میں جھوٹ کی مذمت کی گئی ہے۔ اسلام میں جھوٹ کو منافقت کی علامت قرار دیا گیا ہے اور قرآن مجید میں اسے حرام کہا گیا ہے۔ جھوٹ بولنے سے انسان کی سچائی، دیانت داری اور امانت داری پر سوالیہ نشان لگ جاتا ہے۔ ایک سچ بولنے والا شخص معاشرتی اعتبار و احترام حاصل کرتا ہے، جبکہ جھوٹا شخص رفتہ رفتہ اپنی عزت کھو دیتا ہے

جھوٹ کے نفسیاتی اثرات:

جھوٹ بولنے والا فرد نہ صرف دوسروں کو دھوکہ دیتا ہے بلکہ اپنی ذہنی سکون اور شخصیت کو بھی متاثر کرتا ہے۔ جھوٹ بولنے کی عادت انسان میں بے چینی، خوف، احساس جرم اور اعتماد کی کمی پیدا کرتی ہے۔ تحقیقات کے مطابق، مستقل جھوٹ بولنے والے افراد میں ذہنی دباؤ، ڈپریشن اور احساس ندامت زیادہ پایا جاتا ہے۔ ایک جھوٹ کو چھپانے کے لیے مزید جھوٹ بولنے پڑتے ہیں، جس سے انسان مسلسل

ذہنی تناؤ کا شکار رہتا ہے۔

جھوٹ کے سماجی نقصانات:

جھوٹ کسی بھی معاشرے میں بداعتمادی، فریب اور بددیانتی کو فروغ دیتا ہے۔ اگر معاشرے کے افراد سچ کی بجائے جھوٹ کو ترجیح دیں تو وہ سماج انتشار، دھوکہ دہی اور بدعنوانی کا شکار ہو جاتا ہے۔اعتماد کی کمی، اگر جھوٹ بولنا عام ہو جائے تو لوگ ایک دوسرے پر اعتماد کرنا چھوڑ دیتے ہیں۔ناانصافی کا فروغ، جھوٹ کی بنیاد پر جھوٹی گواہیاں، غلط فیصلے اور ناانصافی بڑھ جاتی ہے۔

جھوٹ کا ذاتی تعلقات پر اثر:

ذاتی زندگی میں جھوٹ رشتوں کو کھوکھلا کر دیتا ہے۔ دوستوں، میاں بیوی، والدین اور اولاد کے درمیان جھوٹ بولنے سے بداعتمادی جنم لیتی ہے، جو رشتے کمزور کرنے کا سبب بنتی ہے۔ازدواجی تعلقات میں جھوٹ، اگر میاں بیوی ایک دوسرے سے جھوٹ بولیں تو ان کا رشتہ شک وشبہات کا شکار ہو جاتا ہے، جو طلاق اور علیحدگی کی وجہ بن سکتا ہے۔ دوستی میں جھوٹ، جھوٹ بولنے والا دوست زیادہ دیر تک کسی کے اعتماد پر پورا نہیں اتر سکتا۔کاروباری تعلقات میں جھوٹ: کاروبار میں جھوٹ بولنے سے شراکت داری اور ساکھ بری طرح متاثر ہوتی ہے۔

اپریل فول اور جھوٹ:

اپریل فول کے موقع پر جھوٹ بولنے کو ایک تفریحی عمل سمجھا جاتا ہے، لیکن حقیقت میں یہ رویہ نقصان دہ ثابت ہوسکتا ہے۔بعض اوقات ایسے مذاق کسی کی جان کو خطرے میں ڈال سکتے ہیں۔لوگوں کے جذبات کو ٹھیس پہنچ سکتی ہے اور دوستیوں میں دراڑ آ سکتی ہے۔ جھوٹ کو معمولی سمجھنا لوگوں کو بڑے جھوٹ بولنے پر بھی آمادہ کرسکتا ہے۔

.جھوٹ کا کاروبار اور سیاست میں استعمال:

کاروبار اور سیاست میں جھوٹ بولنا ایک عام رویہ بن چکا ہے۔ مصنوعی اشتہارات میں جھوٹ بول کر صارفین کو گمراہ کیا جاتا ہے۔ناقص اور جعلی مصنوعات بیچ کر منافع کمایا جاتا ہے۔سیاست میں جھوٹ: سیاست دان اپنی مہمات میں جھوٹے وعدے کرتے ہیں۔فیک نیوز اور پروپیگنڈے کے ذریعے

عوام کو گمراہ کیا جاتا ہے۔ یہ رجحان معاشرے میں عدم استحکام اور ناانصافی کو فروغ دیتا ہے۔

جھوٹ اور صحت:

جھوٹ ذہنی اور جسمانی صحت پر منفی اثرات ڈالتا ہے۔ ذہنی تناؤ، مسلسل جھوٹ بولنے والے افراد میں پریشانی، بےچینی اور نیند کے مسائل زیادہ ہوتے ہیں۔ دل کی بیماریوں کا خطرہ: تحقیق سے ثابت ہوا ہے کہ زیادہ جھوٹ بولنے والے افراد میں بلڈ پریشر اور دل کی بیماریوں کا خطرہ بڑھ جاتا ہے۔ یادداشت پر اثر: جھوٹ بولنے سے دماغ مسلسل دباؤ میں رہتا ہے، جس سے یادداشت متاثر ہوسکتی ہے۔

جھوٹ سے بچنے کی تدابیر:

جھوٹ سے بچنے کے لیے درج ذیل تدابیر اپنائی جاسکتی ہیں، سچ بولنے کی عادت ڈالیں: ہمیشہ سچ بولنے کی کوشش کریں، چاہے حالات جیسے بھی ہوں۔ خوف اور لالچ سے بچیں، اکثر لوگ ڈر یا کسی فائدے کے لیے جھوٹ بولتے ہیں، ان جذبات پر قابو پائیں۔ معاشرتی دباؤ کو کم کریں: بعض اوقات لوگ معاشرتی دباؤ میں آ کر جھوٹ بولتے ہیں، اس لیے اپنی خودی اور خوداعتمادی کو مضبوط کریں۔ روحانی تربیت، مذہبی تعلیمات پر عمل کرنے سے انسان میں سچائی کی عادت پیدا ہوتی ہے۔

جھوٹ کے نقصانات کا خلاصہ:

جھوٹ کے منفی اثرات ہر سطح پر نمایاں ہیں۔ ذہنی دباؤ اور بےچینی میں اضافہ ہوتا ہے۔ رشتوں میں بداعتمادی پیدا ہوتی ہے۔ کاروبار اور سیاست میں بددیانتی فروغ پاتی ہے۔ صحت پر منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ سچائی کو ہمیشہ تمام معاشروں میں ایک اعلیٰ قدر کے طور پر تسلیم کیا گیا ہے۔ سچ بولنے سے انسان کی عزت و توقیر میں اضافہ ہوتا ہے، ذہنی سکون ملتا ہے اور ایک مضبوط و قابل اعتماد معاشرہ تشکیل پاتا ہے۔ اعتماد کی فضا قائم ہوتی ہے۔ انصاف پر مبنی فیصلے ممکن ہوتے ہیں۔ اخلاقی ترقی اور مثبت رویے پروان چڑھتے ہیں۔ سماج میں امن اور بھائی چارہ بڑھتا ہے۔ لہٰذا، ہمیں جھوٹ سے اجتناب کرتے ہوئے سچائی کو اپنی زندگی کا لازمی جزو بنانا چاہیے تاکہ ایک بہتر اور خوشحال معاشرے کی بنیاد رکھی جاسکے۔

❊❊❊

تبلیغِ اسلام: ہر گھر کی ضرورت

(ابوبکر شیخ متعلم جامعہ بیت السلام کراچی)

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو زندگی کے ہر پہلو میں رہنمائی فراہم کرتا ہے۔اس دین کی دعوت اور تبلیغ صرف کسی مخصوص طبقے کی ذمیداری نہیں، بلکہ ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ دین کے پیغام کو عام کرے۔ دور حاضر میں جب گمراہی، جہالت اور بے راہ روی عام ہو چکی ہے، تبلیغِ اسلام کی اہمیت مزید بڑھ گئی ہے۔ ہر گھر کو اس پیغام کی ضرورت ہے تاکہ ایک صالح، پرامن اور فلاحی معاشرہ تشکیل دیا جا سکے۔دعوت وتبلیغ اسلام کا ایک بنیادی رکن اور انبیاء کرام کا طریقۂ کار ہے۔ اس کا مقصد لوگوں کو دینِ اسلام کی تعلیمات سے روشناس کرانا،حق کی طرف بلانا اور اخلاقی وروحانی اصلاح کرنا ہے۔قرآن وحدیث میں بھی اس کی بہت زیادہ اہمیت بیان کی گئی ہے، کیونکہ یہ نہ صرف انفرادی اصلاح بلکہ معاشرتی فلاح کا ذریعہ بھی ہے......

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا:

"ولتكن منكم أمة يدعون الى الخير ويامرون باالمعروف وينهون عنه المنكر وألئك هم المفلحون"

تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو نیکی کی دعوت دے، بھلائی کا حکم دے اور برائی سے روکے۔یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔"(سورۃ آلِ عمران:104)

یہ تو صرف ایک آیت ہے اگر غور کیا جائے تو قرآن سورہ فاتحہ سے لیکر والناس تک سارے کا سارا تبلیغ ہی ہے اور تو اور تبلیغ کی اہمیت اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں سب سے مقرب ترین

شخصیت سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی کی ساری زندگی تبلیغ ہی میں بسر ہوی، نبیوں ولیوں، صلحاء، اولیاء ان تمام مقرب ترین شخصیات کی زندگی تبلیغ ہی سے موجزن ہے۔ یہی تبلیغ ہے جس سے فرد سے لیکر پورے معاشرے کی اصلاح ہوتی ہے، پہلےس ایک فرد بنتا ہے، پھر گھر بنتا ہے پھر خاندان بنتا ہے، اور پھر سوسائٹی بنتی ہے باسے طرح چلتے چلتے ایک بہترین ملک ایک کامل معاشرہ تشکیل پاتا ہے۔

چلیے ہم آپ کو تبلیغ کے کچھ ذیلی فوائد سے روشناس کرواتے ہیں۔

ایمان کی مضبوطی:

جتنا اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اس پر اترے ہوے دین کا بول بولا جائے گا اتنا ہی دین کی اہمیت بڑھے گی اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان پختہ ہوتا چلا جائیگا، وعدون اور وعیدوں کی حقانیت یقین کے سانچے میں ڈھل کر دل میں پیوست ہوجائے گی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا بیج ایک تناور پھل دار درخت بن کر ابھرے گا، یہی چیز ایمان کی مضبوطی کہلاتی ہے۔

نیکی کا فروغ اور برائی کا خاتمہ:

دعوت وتبلیغ سے نیکی کا بول بالا ہوتا ہے، برائی پست سے پست تر ہوتی چلی جاتی ہے، شعور بڑھتا ہے اخلاقی برائیاں کم ہوتی ہیں اور کامل معاشرہ فلاح کی طرف گامزن ہوجاتا ہے، لوگ ایک دوسروں قریب آئیں گے، محبتیں بڑھیں گی، نفرتین کم ہونگی، بھائی چارہ اور امن راج کرے گا، انصاف کا حکم چلے گا اور لوگوں کے جان مال اور عزت وآبرو محفوظ ہوجائی گی۔

گھر جنت بنیں گے

جب نیکی کا طوطی بولے گا تو باہمی تعلق وروابط بھی خوشگوار ہونگے، گھروں میں سکون، ایک دوسرے کا احترام اور آپس میں محبت بڑھے گی، اولاد کے دل میں والدین کی محبت بڑھے گی چھوٹوں پر شفقت ہوگی اور بڑھوں کی عزت ہوگی، شرعی پردہ ہوگا تو گھر خودبخود جنت کا گہوارہ بنیں گے۔

اللہ تعالیٰ سے مضبوط رابطہ:

اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں سے بے حد پیار ہے لہذا جو شخص اللہ تعالیٰ کے بندوں کی فلاح کیلیے تگ ودو کرنے والا شخص رب ذوالجلال کو بے حد پسند ہے" ایک حدیث میں ہے کہ:

"الرحمون يحرمهم الرحمن، ارحموا من في الارض يرحمكم من في السماء

رحم کرنے والوں پر رحمان رحم کرتا ہے تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔

اس سے بڑھ کر زمین والوں پر اور کیا رحم ہوسکتا ہے کہ ان کو حق سے روشناس کروایا جائے، جہنم کی آگ سے بچایا جائے، ان کے رب کے ساتھ انکا رابطہ استوار کراوایا جائے، ان کی دنیا بھی سنواری جائے اور آخرت بھی۔

صبر و استقامت اور عاجزی:

یہی وجہ ہے کہ انبیاء و اولیاء سراپا صبر و استقامت اور عاجزی کے پیکر ہوا کرتے تھے، وہ اللہ کیلیے زمین پر جھکتے اور خدائے برحق ان کو آسمان پر چمکاتا، مصائب اور شدائد پر لب ہمیشہ حمد وشکر کے گن گاتے تھے کبھی شکوہ نہ کرتے تھے، اور یہی تبلیغ کا خاصہ ہے اس راہ میں لگنے سے صبر اور عاجزی خود بخود پیدا ہوجاتی ہے کیونکہ داعی اگر ترش رو اور متکبر ہو تو لوگ اس کے قریب آنے کے بجائے اس سے دور بھاگیں گے۔

ولو كنت فظا غليظ القلب لانفظوا من حولك

تزکیہ اور راہ سلوک

تبلیغ ظاہری اور باطنی عبادات کا مجموعہ ہے، اس میں جس طرح گناہوں سے بچنے کی ترغیب ہوتی ہے اسی طرح باطنی گناہوں سے بچنے پر بھی زور دیا جاتا ہے، یہی صوفیت اور یہی راہ سلوک ہے، ذکر و اذکار، عبادت و ریاضت اور نفس کشی اس رستے کا بہترین توشہ ہے۔

آئین ایمان کے چراغ روشن کرتے ہیں نرمی کا لبادہ اوڑھتے ہیں، حکمت کا زیور پہنتے ہیں، ابتداء خود سے کرتے ہیں اور انتہا کی فکر چھوڑ دیتے ہیں، ہر فرد کو ملت کے مقدر کا ستارہ سمجھ کر حکمت اور دانائی کے ساتھ اس کی فلاح کی کوشش کرتے ہیں، شجر سے پیوستہ رہ کر بہار کی امیدیں لگاتے ہیں،، بچوں سے لیکر بڑوں تک کیلئے علم کی شمع جلا کر سر عام رکھ دیتے ہیں، اس سے سر دبھی نکھرے گا اور معاشرہ بھی، گھر بھی جنت بنے گا اور ملک وملت بھی، زندگیاں آسان سے آسان تر ہوتی چلی جائیں گی اور دیکھتے ہی دیکھتے ایک اسلامی فلاحی معاشرہ آپ کے آنکھوں کے سامنے ہوگا۔

***

شوال کے چھ روزے: گناہوں کی معافی اور عظیم انعام

بنت فرخ آفتاب
(مدرسہ فاطمۃ الزھراء گلشن راوی)

فضا میں ایک عجب سی سوگواریت ہے، مگر ساتھ ہی خوشگواری بھی محسوس ہو رہی ہے۔ محبتیں بھی ہیں، لیکن دل کسی حد تک غمگین بھی ہے، کیونکہ ہم اس سال اُس مبارک مہمان سے جدا ہو چکے ہیں، جس کے استقبال کا طریقہ چودہ سو سال سے چلا آ رہا ہے۔ ایک ہلکی سی سرگوشی سے رمضان کا استقبال ہوتا تھا اور وہ سرگوشی تھی: "کون آ رہا ہے؟"

جی ہاں! ہم رمضان کو الوداع کہہ چکے ہیں۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جنہوں نے اس ماہِ مبارک میں نیکیوں کی ڈھیروں کمائی کی، لیکن ہمارے رب، جو اپنے محبوب نبی ﷺ کی امت سے خاص محبت فرماتے ہیں، نے ہمیں ایک اور موقع عطا فرمایا ہے۔ اللہ نے اپنے نبی ﷺ کے ذریعے ہمیں یہ خوشخبری سنائی کہ اگر رمضان کے بعد شوال کے چھ روزے رکھ لیے جائیں تو سال بھر کے روزوں کا ثواب حاصل ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس نے رمضان کے روزے رکھے اور پھر شوال کے چھ روزے رکھے، تو وہ گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے جیسے آج ہی اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو۔" (مسلم شریف

علماء فرماتے ہیں کہ ان چھ روزوں کی مثال ایسے ہے جیسے قیامت کے دن فرائض میں کوتاہیوں کو نفل اعمال کے ذریعے پورا کر دیا جائے گا۔ اگر رمضان کے روزوں میں کوئی کمی رہ گئی ہو جو اُن کی قبولیت میں

رکاوٹ بن رہی ہو،تو یہ چھ روزے اُس کمی کو پورا کر دیتے ہیں اور عمل کو عند اللہ مقبول بنا دیتے ہیں۔اسی طرح ایک اور حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"جس نے رمضان کے روزے رکھے، پھر اس کے بعد شوال کے چھ روزے رکھے،تو گویا اس نے ساری عمر کے روزے رکھے۔"(مسلم شریف

ایک اور حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا:"رمضان کے ایک مہینے کے روزوں کا اجر دس مہینوں کے برابر ہے، اور رمضان کے بعد شوال میں چھ روزے رکھنے کا اجر دو مہینوں کے برابر ہے، اس طرح پورے سال کے روزوں کا ثواب مل جاتا ہے۔"نسائی، ابن ماجہ

غور کریں! اللہ تعالیٰ کس قدر مہربان ہے، جو ہمیں تھوڑی سی محنت پر اتنا بڑا انعام عطا کر رہے ہیں۔ہم اس کے لائق بھی نہیں،مگر وہ اپنے فضل سے ہمیں نواز رہا ہے۔اللہ فرماتے ہیں:"میری رحمت سے مایوس نہ ہو۔"(الزمر:53

یہ فرمان دینے کے بعد اللہ تعالیٰ ہمیں تسلی دیتے ہیں اور موقع فراہم کرتے ہیں:"اچھا، گناہ ہو گیا؟ نادم ہو؟ بس اتنی سی بات، آ جاؤ،تم میرے ہو۔تھک گئے ہو؟ دنیا نے تھکا دیا؟ تھوڑا ستانا چاہتے ہو؟ میرے پاس آ جاؤ۔تم نے شیطان سے دوستی کر لی تھی؟ واپس آنا چاہتے ہو؟ سب چھوڑ دو، بھلا دو، آ جاؤ! میں تمہارے انتظار میں ہوں۔"

یہ شوال کے چھ روزے بھی اللہ نے ہمیں ایک موقع کے طور پر دیے ہیں تا کہ رمضان کی ممکنہ کوتاہیوں کو دھولیا جائے اور پورے سال کے روزے رکھنے کا ثواب حاصل کیا جا سکے۔اس میں آسانی یہ ہے کہ ان روزوں کو مسلسل رکھنے کی شرط نہیں،یعنی کوئی بھی انہیں وقفے وقفے سے رکھ سکتا ہے۔

پس اللہ کا شکر ادا کریں کہ اس نے ہمیں ایک اور موقع عطا فرمایا۔جو کمی کوتاہی رمضان میں رہ گئی، اس کو دھو ڈالیں اور اپنی آخرت کے لیے بہترین ذخیرہ کریں۔

اللہ ہمیں اس سعادت کو حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین!

***

اسلام میں عورت کا مقام اور مغربی دھوکہ

مولانا محمد سلیمان
استاد جامعہ دار التقویٰ

خدا کی رحمت ہے... شوہر کی بہترین مونس وغم خوار ہے.. بھائی کی اچھی دوست ہے۔ ماں کی ہم راز ... اور باپ کے چھوٹے سے چھوٹے دکھ پر رو دینے والی ہے ... اس کی مسکراہٹ والدین کی زندگی .. اور اس کی خوشیاں اُن کی سب بڑی تمنا ہیں ... اس کی خدمت کرنے میں اولاد کی جنت ہے ... یہ شوہر کی سب سے بڑی ذمہ داری ہے ... اس کی آنکھوں میں ہمدردی کا ایک سمندر ہے ... جو خاوند، بھائی، باپ اور بیٹے کے دکھ درد پر آنسو بن کر بہنے کے لیے تیار رہتا ہے ... بہت حساس ہے ... لیکن مشکل ترین حالات کو ہنس کر جھیل جاتی ہے ... بچے کو نو ماہ پیٹ میں اٹھائے رکھنا اور جنم دینا اس کا کلیجہ ہے۔

اس کے معصوم قہقہے گھر کی رونق ہیں ... یہ اپنی فطری لطافت سے کھانوں میں ذائقہ بھرتی ہے۔ اپنی طبعی نزاکت سے آنگن کی تراش خراش کرتی ہے ... اپنی قرینہ سازی سے گھر کے درو دیوار کی آرائش و زیبائش کرتی ہے ... اور اپنی سلیقہ مندی اور دقیقہ سنجی سے اینٹ گارے کے مکان کو جنت نظیر بنا دیتی ہے ... سچ ہے: گھر اس کے بغیر بے رونق، دنیا اس کے بغیر بے نور اور جنت اس کے بغیر نامکمل ہے ...

انسان کی سب سے پہلی معلمہ ہے ... نسلوں کی تعمیر و تربیت اسی کی مرہونِ منت ہے ... رومی و غزالی اس کے پہلو میں پرورش پا کر امام بنے ... محمد بن قاسم، صلاح الدین ایوبی الشیعلی، طارق بن زیادہ ایمیلی اور سلطان محمد فاتح ایمیہ اس کی گود میں پل کر جوان ہوئے ... اس کا خون ٹیپو سلطان دایمیہ کی رگوں میں

شجاعت و بہادری بن کر دوڑا... قائد، اقبال ورعبد القدیر خان کو اسی نے جنم دیا... ایم ایم عالم، راشد منہاس اور حسن صدیقی نے ہوا میں اڑنے سے پہلے اس کی انگلی پکڑ کر زمین پر چلنا سیکھا... اور سب سے کر یہ کہ پیغمبر اسلامی کی سب سے پہلے ہمت بندھانے اور اسے حوصلہ دینے کا کام بھی عورت ہی نے کیا...

لیکن افسوس کہ اہل مغرب نے اس کی عظمت کو خاک میں ملا دیا... آزادی نسواں کا نعرہ لگا کر پہلے عورت کو گھر سے نکالا... پھر خود مختاری کا جھانسا دے کر دفاتر، فیکٹریوں، دکانوں اور کارخانوں میں اس آزاد عورت کو اپنا ملازم بنالیا... اس کی مسکراہٹوں کو خریدا... والدین اور شوہر کی خدمت .... اور بچوں کی پرورش کو قید و بند اور ظلم کا نام دیا... لیکن بسوں، جہازوں اور ٹرینوں میں ہر مسافر کی خدمت کرنا اس پر لازم کر دیا... اس طرح اگرچہ انھیں مردوں کی نسبت کم اجرت پر خوبصورت اور نازک اندام ملازم دستیاب ہو گئے... لیکن بیمار معاشرے کی میلی نگاہوں نے اس گوہر آبدار کو داغدار کر دیا... ہوس کے بھیڑیوں نے اسے اپنی ناپاک خواہشات کی بھینٹ چڑھایا... نفسانی خواہشات کے پجاریوں نے اس کی عصمت کو تار تار کیا۔۔۔ اور عورت کو اس کے مقام بلند سے گرا کر... ماں، بہن، بیٹی اور بیوی جیسے مقدس رشتوں سے بیگانہ کر دیا... اور اس کے اردگرد معاشی مسائل و نفسانی خواہشات کا حال اس طرح بن دیا... کہ اب اس کے پاس حسرت و افسوس کے سوا کچھ نہیں بچا... پھر پورے سال میں ایک بار 8 مارچ کو خواتین کا عالمی دن منانے کی روایت جاری کر کے اس کے ساتھ ہمدردی کا ثبوت بھی دے دیا... لیکن حقیقت یہ ہے کہ اہل مغرب کے پاس عورت کو دینے کے لیے کھوکھلے نعروں اور زبانی جمع خرچ سے زیادہ کچھ نہیں ہے...

گذشتہ چند سالوں سے 8 مارچ کو اسلامی جمہوریہ پاکستان میں بھی چند خواتین اس دن کو خواتین کا عالمی دن کے طور پر منانے لگی ہیں... ان کے ہاتھوں میں موجود پلے کارڈز پر مردوں کو مخاطب کر کے اس قسم کے جملے لکھے ہوتے ہیں: ”کھانا خود گرم کرلو اپنے برتن آپ دھولو... گھر کی صفائی خود کرو... وغیرہ وغیرہ... مطالبہ یہ ہوتا ہے کہ انھیں بھی مغربی عورت کی طرح بیرونِ خانہ زندگی میں اپنا کردار ادا کرنے کی آزادی دی جائے... یعنی مغرب کی فریب خوردہ عورت اس نام نہاد آزادی کی حقیقت جان کر... اور زندگی کے تلخ حقائق جھیل کر... اور ناکام ہونے کے بعد... اب جہاں سے واپس آنا چاہتی ہے یہ وہیں جانے پر مصر ہیں۔

ہمارے معاشرے میں عام طور پر عورتوں کو حاصل ہے... تو اس کے دل میں کسی جنت کی تمنا باقی نہ

رہے۔ مجھے اس بات کا دعویٰ نہیں کہ یہاں عورت کو اس کے تمام جائز حقوق حاصل ہیں... اور نہ ہی میں اس کے حقوق کی بازیابی کے لیے آواز اٹھانے کا مخالف ہوں... لیکن کاش کوئی وراثت اور جائیداد سے محرومی کے خلاف عورت کے حق میں آواز اٹھائے... کاش کوئی ان عورتوں کے ساتھ بھی ہمدردی دکھائے... جو اپنا پیٹ پالنے کے لیے عصمت فروشی پر مجبور ہیں... کاش انھیں اس ذلت کی زندگی سے نکالنے کی کوئی تحریک چلے کا انہیں بھی بہن اور بیٹ بنا کر باوقار معاشرے کا حصہ بنانے کی ریت چلے... آن ظلم ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈالی جائیں جو مال و دولت کی لالچ میں اپنی بہنوں اور ہ اور بیٹیوں کو عمر بھر شادی کے بندھن سے محروم رکھتے ہیں... یا اسے قرآن کے ساتھ بیاہ کر اس کے جذبات اور کر اس کے جذبات اور احساسات کا خون کرتے ہیں... ان کے علاوہ اور بہت سے پہلو ایسے ہیں جن پر عورتوں کے حق میں آواز اٹھانے کی ضرورت ہے۔

لیکن یہ بات خاص طور پر یاد رکھنے کی ہے... کہ اسلامی تعلیمات اس بات کی اجازت نہیں دیتیں کہ خواتین سے ہمدردی ظاہر کرنے کے لیے سال میں کسی خاص دن کا انتظار کیا جائے... اور ہاں ایک مسلمان عورت کے لیے خدیجتہ الکبری من المتنا، عائشہ بنت ابی بکر بنی التا اور فاطمہ بنت محمد ملا جیسی پاکیزو پاک دامن خواتین ہی آئیڈیل ہوسکتی ہیں... مغرب کی آلودہ تہذیب کی ماری عورت تو بیچاری خود مظلوم ہے... اس کی اپنی زندگی قابلِ رحم ہے... وہ نہ کسی کے لیے آئیڈیل بن سکتی ہے اور نہ ہی ایک مسلمان عورت کو اس کی تمنا کرنی چاہیے۔

اٹھا کر پھینک دو باہر گلی میں
نئی تہذیب کے انڈے ہیں گندے

***

نکاح کوآسان بنائیں، معاشرے کو بے حیائی سے بچائیں

ابوعثمان خانیوال

مسلم معاشرہ آج جس تباہی کے دہانے پر کھڑا ہے، اس کی ایک بنیادی وجہ نکاح کو غیر ضروری طور پر مشکل بنا دینا ہے۔ نکاح، جو درحقیقت ایک مقدس عبادت اور فطری عمل تھا، اسے زمانے کی غیر اسلامی رسم و رواج میں جکڑ دیا گیا ہے۔ جب کوئی عمل اپنی اصل حیثیت کھو کر رسم و رواج کا شکار ہو جائے تو اس میں ہر طرح کی پیچیدگیاں اور خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ نکاح کو مشکل بنانے کا نقصان یہ ہوا کہ آج کا نوجوان بدکاری، بے حیائی اور فحاشی کی دلدل میں پھنستا جا رہا ہے۔ مقدس فریضہ کی تاخیر کا نتیجہ یہ نکلتا ہے جس میں معاشرہ میں کئی طرح کے نقصانات جنم لیتے ہیں:

1۔ بے حیائی اور فحاشی میں اضافہ: جب نکاح کی راہیں مسدود ہو جاتی ہیں تو نوجوان اپنی فطری خواہشات کی تکمیل کے لیے غلط راستے اختیار کرتے ہیں، جس سے معاشرے میں بے حیائی عام ہوتی ہے۔

2۔ ناجائز تعلقات کا فروغ: نکاح کی تاخیر نوجوانوں کو غیر شرعی تعلقات کی طرف لے جاتی ہے، جو نہ صرف اخلاقی تباہی کا سبب بنتے ہیں بلکہ معاشرتی بگاڑ کا بھی باعث بنتے ہیں۔

3۔ ذہنی اور روحانی دباؤ: نکاح میں تاخیر نوجوانوں کے ذہنوں میں انتشار، ڈپریشن اور اخلاقی بے راہ روی کو فروغ دیتی ہے۔

4۔ خاندانی نظام کی تباہی: جب نکاح مشکل ہو جائے تو زنا آسان ہو جاتا ہے، اور اس سے ناجائز اولاد، خاندانی ٹوٹ پھوٹ اور معاشرتی بے راہ روی عام ہو جاتی ہے۔

نکاح کو آسان بنانے کے عملی اقدامات:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سب سے زیادہ خیر و برکت والا نکاح وہ ہے جس میں سب سے کم خرچ ہو۔۔ یہ حدیث ہمیں سادگی اور کم خرچ نکاح کی ترغیب دیتی ہے، لیکن بدقسمتی سے ہمارے معاشرے میں

نکاح کے ساتھ غیر ضروری رسوم و رواج وابستہ کر دیے گئے ہیں، جنہیں ختم کرنا ضروری ہے۔

فضول اور غیر ضروری رسومات کا خاتمہ:

شادی بیاہ میں فضول اخراجات، مہنگے کھانے، غیر ضروری تقریبات اور نمود و نمائش کا خاتمہ کیا جائے۔ نکاح میں سادگی اور اسلامی تعلیمات کے مطابق صرف بنیادی ضروریات کا اہتمام کیا جائے۔ جہیز کی لعنت ختم کریں جہیز کا مطالبہ کرنا شرعی اور اخلاقی لحاظ سے انتہائی ناپسندیدہ عمل ہے۔ نوجوانوں کو اس بات کا شعور دیا جائے کہ عورت کا اصل زیور اس کا کردار اور دین داری ہے، نہ کہ جہیز۔ ولیمہ سادگی سے کریں ولیمہ کرنا سنت ہے، لیکن یہ بھی سادگی کے ساتھ ہو، تاکہ دوسرے لوگ بھی اس عمل کو آسانی سے اپنا سکیں۔ صرف ایک یا دو ڈشوں پر مشتمل ولیمہ کی حوصلہ افزائی کی جائے۔

تعلیمی اداروں میں نکاح کی اہمیت اجاگر کی جائے:

مدارس، اسکولوں اور کالجوں میں نوجوانوں کو نکاح کی فضیلت، بے حیائی کے نقصانات، اور جہیز نہ لینے کی ترغیب دی جائے، تاکہ ایک مثبت معاشرتی تبدیلی آسکے۔

معاشرے میں نکاح کے ذریعے بے حیائی کا خاتمہ:

اگر نکاح آسان ہو جائے تو بدکاری اور زنا کے دروازے خود بخود بند ہو جائیں گے۔ نکاح نوجوانوں کو ذہنی سکون، جسمانی پاکیزگی اور روحانی طہارت عطا کرتا ہے، جو بے حیائی کی جڑ کاٹنے کے لیے انتہائی ضروری ہے۔ نکاح کو آسان بنانے سے خاندانی نظام مضبوط ہوگا اور نسلوں کی تربیت اسلامی اقدار کے مطابق ہو سکے گی۔ مسلمانوں کو یہ بات سمجھنی چاہیے کہ نکاح ایک عبادت ہے، نہ کہ ایک تجارتی معاہدہ۔ ہمیں اس معاملے میں سنت نبوی ﷺ کو اپنانا ہوگا، تاکہ ہم اپنے معاشرے کو بے حیائی، فحاشی اور زنا جیسی لعنتوں سے پاک کر سکیں۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہماری نسلیں پاکیزہ ہوں، ہمارے معاشرے میں امن و سکون ہو اور ہمارا دین و دنیا سنورے، تو ہمیں نکاح کو آسان اور بے حیائی کو مشکل بنانا ہوگا۔

اللہ ہمیں نکاح کی سنت کو آسان کرنے اور بے حیائی کے خاتمے کے لیے عملی اقدامات کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

***

یونیورسٹیوں اور مدارسِ دینیہ کے ذرائع آمدن

تحریر وتخریج: ڈاکٹر مبشر حسین رحمانی

دنیا کی بہترین یونیورسٹیوں میں یونیورسٹی آف آکسفور برطانیہ، یونیورسٹی آف کیمبرج برطانیہ، میساچیوسٹس انسٹیوٹ آف ٹیکنالوجی امریکہ، ہارورڈ یونیورسٹی امریکہ، اسٹینفورڈ یونیورسٹی امریکہ، ای ٹی ایچ زیورخ سویٹزرلینڈ وغیرہ شامل ہیں۔ دنیا کی بہترین یونیورسٹیوں کی اکثریت مغربی ترقی یافتہ ممالک میں موجود ہے۔ ٹائمز ہائیر ایجوکیشن کی یونیورسٹیوں کی 2024 کی عالمی رینکنگ کے مطابق دنیا کی سو بہترین یونیورسٹیوں میں سے کوئی ایک بھی اسلامی ملک میں موجود نہیں۔ یہ یقیناً ایک افسوسناک حقیقت ہے کہ اُمت مسلمہ عصری سائنسی علوم وتحقیق میں بہت پیچھے ہے۔

مغربی ممالک میں موجود دنیا کی بہترین یونیورسٹیوں میں جو عصری سائنسی تعلیم فراہم کی جاتی ہے اس سے جو انسانی ذہن تشکیل پاتا ہے اس کے رگ وپے میں مادیت پرستی چھائی ہوتی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ بعض مخلص سائنسدان اور محققین انسانیت کی فلاح وبہبود کے لیے اپنی زندگیاں کھپا دیتے ہیں مگر عوام کی اکثریت دنیاوی اسباب، مادیت پرستی، اور پیٹ بھرنے کے لیے ہی ان یونیورسٹیوں کا رُخ کرتے ہیں۔ اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ جتنی بہترین یونیورسٹی ہوگی اس کا سائنسی تحقیق، تدریس، اور تعلیم کا معیار اعلیٰ ہوگا۔ نیز جیسے جیسے ہم یونیورسٹیوں کی رینکنگ کے حساب کے نیچے آئیں گے، ہمیں ان یونیورسٹیوں میں سہولیات کا فقدان اور سائنسی تحقیق وتدریس کے معیار میں تنزلی محسوس ہوگی۔

یونیورسٹیوں کو چلانے کے لیے عالمی سطح پر کئی گورننس ماڈلز پر موجود ہیں جن میں پبلک سیکٹر کی یونیورسٹیاں، پرائیوٹ سیکٹر کی یونیورسٹیاں اور سیمی پرائیوٹ سیکٹر کی یونیورسٹیاں شامل ہیں۔ عمومی طور پر ان

یونیورسٹیوں کے ذرائع آمدن کے لیے کئی طریقہ کار اختیار کیے جاتے ہیں جو کہ ان کے گورننس ماڈلز پر انحصار کرتے ہیں مگر ہم یہاں عمومی طور پر یونیورسٹیوں کے ذرائع آمدن کا ذکر کرتے ہیں۔ اول ان یونیورسٹیوں کو چلانے کے لیے حکومتیں ایک خطیر رقم فراہم کرتی ہیں۔ ان یونیورسٹیوں کو اس خطیر رقم کا ایک معتدبہ حصہ ملکی یعنی وفاقی حکومت کی جانب سے ملتا ہے اور کچھ حصہ مقامی و علاقائی حکومت کی جانب سے ملتا ہے۔ ملکی و علاقائی حکومتوں کی جانب سے یونیورسٹیوں کو جاری ہونے والے فنڈ کی مقدار کئی عوامل پر انحصار کرتی ہے جن میں ان یونیورسٹیوں کی کارکردگی، ملکی و علاقائی سیاست، تدریس و تحقیق کا معیار، طلبائے کرام و اساتذہ کی تعداد، یونیورسٹی کا حجم وغیرہ شامل ہیں۔

دوسرا ذریعہ آمدن ان یونیورسٹیوں کا طلبائے کرام سے بھاری رقم فیس وصول کر کے ہوتا ہے۔ پبلک سیکٹر یونیورسٹیوں کی فیس کم ہوتی ہے جبکہ پرائیوٹ سیکٹر کی یونیورسٹیوں کی بھاری بھرکم فیس ہوتی ہے۔ میساچیوسٹس انسٹیوٹ آف ٹیکنالوجی امریکہ کی ایک طالبعلم کے ایک سال کے اخراجات (ٹیوشن فیس، ہاسٹل، کھانے پینے، کتب وغیرہ) تقریباً چھیاسی ہزار امریکی ڈالر ہوتے ہیں جن میں سے باسٹھ ہزار امریکی ڈالر (تقریباً دو کڑور چالیس لاکھ پاکستانی روپے) سالانہ صرف فیس کی مد میں ہیں۔

تیسرا ذریعہ آمدن یونیورسٹیوں کا پروجیکٹس فنڈنگ کی مد سے آتا ہے۔ یونیورسٹیوں میں سائنسدان اور محققین عالمی اور قومی سائنسی تحقیق کے فنڈنگ کے اداروں میں تحقیق کے لیے ریسرچ پروجیکٹ پروپوزل جمع کرواتے ہیں۔ ان ریسرچ پروپوزل کے منظور ہونے پر سائنسدان اور محققین کو بہت بڑی رقم ملتی ہے جس میں کچھ فیصد رقم یونیورسٹی کے انتظامی اخراجات کے لیے وقف ہوتی ہے اور باقی رقم اُس سائنسدان اور ریسرچر کو تحقیق کرنے کے لیے مہیا کی جاتی ہے جس کے ذریعے وہ سائنسدان اور محقق ماسٹرز اور پی ایچ ڈی کے طلباء رکھتا ہے، ان کی فیس اور اسکالرشپ دیتا ہے۔ نیز اسی رقم سے پوسٹ ڈاکٹریٹ، ریسرچ فیلو اور ایڈمن اسٹاف بھی رکھا جاتا ہے۔ سائنسی تحقیق کے لیے کمپیوٹرز، لیبارٹری اور اس میں موجود مشینیں و آلات بھی کسی حد تک اسی رقم سے حاصل کیے جاتے ہیں۔ نیز سائنسی تحقیقی مقالوں کو عالمی سائنسی کانفرنسوں میں پیش کرنا اور ان کانفرنسوں میں شامل ہونے کے لیے سفر سمیت تمام اخراجات بھی اسی مد سے آتے ہیں۔

چوتھا ذریعہ آمدن بعض یونیورسٹیوں میں اس طرح ہوتا ہے کہ سائنسدانوں، محققین اور ریسرچ فیلوز کو یہ ترغیب دی جاتی ہے کہ وہ اپنی تنخواہ کے کچھ فیصد حصے کا بندوبست خود کریں یعنی سائنسدان و محققین خود

فنڈنگ لے کر آئیں جس سے ان کی تنخواہ ادا کی جائے۔ گو کہ یہ طریقہ کار اتنا پائیدار اور دیر پا نہیں ہوتا اور اس ماڈل پر جاب کرنے والے سائنسدان اور محققین کوشش کرتے ہیں کہ جلد از جلد پکی جاب حاصل کریں مگر یہ طریقہ آمدن ابھی بھی بعض یونیورسٹیوں میں رائج ہے۔

پانچوں ذریعہ آمدن یونیورسٹیوں کا انٹیلیکچول پراپرٹی Intellectual Property یعنی" فکری ملکیت" سے ہونے والی آمدنی سے ہوتا ہے جس میں سندِ حقِ ایجاد یعنی پیٹنٹ Patent ،حقِ تصنیف، کاپی رائٹ، ٹریڈ مارکس، ٹریڈ سیکرٹ، سافٹ وئیر، ڈیزائن رائٹ وغیرہ سے ہونے والی آمدنی بھی شامل ہے۔انٹیلیکچول پراپرٹی سے ہونے والی آمدنی کے بارے میں یونیورسٹیوں کی پالیسی مختلف ہوتی ہیں مثلاً اگر ایک انٹیلیکچول پراپرٹی (ایجاد) سے ایک لاکھ یورو کی آمدنی ہوئی تو اس ایجاد کو بنانے والے سائنسدان کو ستر فیصد حصہ، جبکہ یونیورسٹی کو تیس فیصد حصہ ملے گا۔ اگر ایک انٹیلیکچول پراپرٹی (ایجاد) سے آمدنی چار لاکھ یورو سے تجاوز کر جاتی ہے تو اس ایجاد کو بنانے والے سائنسدان کو چالیس فیصد حصہ، جبکہ یونیورسٹی کو ساٹھ فیصد حصہ ملے گا۔اسی طریقے سے یونیورسٹی کے سائنسدان اور محققین اگر کوئی سائنسی تحقیقی کام کرتے ہیں جس کو کمرشلائز کرنا ہو تو اسپن آوٹ کمپنی Spinout Company بنائی جاتی ہے جس میں یونیورسٹی کا شئیر ہوتا ہے۔مثلاً یونیورسٹی آف آکسفورڈ برطانیہ کے سائنسدانوں اور محققین نے کرونا ویکسین بنائی اور اس بنانے کے نتیجے میں یونیورسٹی آف آکسفورڈ برطانیہ کو خطیر رقم آمدن کی مد میں ملی۔

چھٹا ذریعہ آمدن یونیورسٹیوں کا اپنی خدمات اور پراپرٹی کو دے کر پیسے کمانا ہوتا ہے۔ساتواں ذریعہ آمدن ان یونیورسٹیوں کا دنیا بھر سے طلباء کو اپنے پاس بلا کر داخلہ دینا ہوتا ہے۔امریکہ و برطانیہ ہی کی مثال لے لیجئے، ان دونوں ملکوں کی بعض یونیورسٹیوں کے وفود ہر سال ترقی پذیر ممالک جن میں ایشیائی ممالک، خلیجی ممالک، اور افریقی ممالک شامل ہیں، کا بالخصوص دورہ کرتے ہیں اور وہاں کے امیر گھرانوں کے بچوں کو انتہائی مہنگی فیس کے عوض اپنی یونیورسٹیوں میں داخلہ دیتے ہیں۔ برطانوی پارلیمنٹ کی رپورٹ کے مطابق سال 2022 اور 2023 کے اندر تقریباً ساڑھے سات لاکھ بین الاقوامی طلباء نے برطانوی یونیورسٹیوں میں پڑھا جن میں پچانوے ہزار یورپی ممالک سے تعلق رکھتے تھے جبکہ چھ لاکھ ساٹھ ہزار طلباء یورپ کے باہر سے تھے۔ وہ چار ممالک جنہوں نے سب سے زیادہ طلباء برطانیہ بھیجے ان میں انڈیا نے 126000 ،چین نے 102795 ، نائجیریا نے 53790 ،اور پاکستان نے 24950 طلباء بھیجے۔

اسی طریقے سے اور بھی کئی ذرائع ہوتے ہیں جن کی مدد سے یونیورسٹیاں اپنے ذرائع آمدن بڑھاتی ہیں جن میں اینڈومنٹ فنڈ Endowment Fund اور اوقاف، اور ڈونیشن یا عطیات شامل ہیں۔ دنیا کے کھرب پتی افراد اور ان کے رفاہی ادارے یونیورسٹیوں کی آمدنی کا ایک مستقل ذریعہ ہوتے ہیں مثلاً برطانوی ارب پتی سر ڈیوڈ ہارڈنگ Sir David Harding نے 2019 میں سو ملین برطانوی پاؤنڈ یونیورسٹی آف کمبرج برطانیہ کو سو کے قریب پی ایچ ڈی طلبائے رکھنے کے لیے عطیہ کیے۔ غرض عصری تعلیمی اداروں اور بالخصوص دنیا کے یونیورسٹیوں میں ذرائع آمدن کے لیے باقاعدہ ڈیپارٹمنٹ موجود ہوتے ہیں جو کہ آمدنی کو بڑھانے کے لیے کوششیں کرتے رہتے ہیں۔

راقم نے بھی چونکہ انہی عصری تعلیمی اداروں سے سائنسی تعلیم حاصل کی ہے اور اپنی زندگی انہی یونیورسٹیوں میں پڑھتے پڑھاتے گزاری ہے لہذا ذہن میں اکثر یہ خیال آیا کہ کیوں نہ مدارسِ دینیہ کو بھی اسی یونیورسٹی ماڈل پر ڈھالا جائے؟ اللہ پاک جزائے خیر عطا فرمائے اکابرینِ اُمت اور مفتیانِ کرام کو جنہوں نے راقم کی صحیح سمت رہنمائی کی اور واضح کیا کہ میرا یہ خیال غلط ہے اور خلط مبحث ہے۔

علمائے کرام کی صحیح دینی رہنمائی کے حوالے سے کچھ واقعات قارئین کی خدمت میں پیش کرنا چاہوں گا۔ یہ کوئی 1998 کا زمانہ ہوگا جب راقم کالج جاتا تھا، اس وقت مدنی مسجد کراچی میں جانے کا اتفاق ہوا۔ مغرب کے بیان میں جو بات کانوں میں پڑی وہ یہ کہ "اللہ سے ہوتا ہے، اللہ کے غیر سے کچھ نہیں ہوتا۔ ڈگری، پیسہ، مال و دولت، ان سے کچھ نہیں ہوتا۔ صرف اللہ سے ہوتا ہے"۔ الحمدللہ پھر علمائے کرام سے تعلق مزید گہرا ہوا اور اللہ نے توفیق دی کہ اکابرینِ اُمت اور صحابہ کرام کے واقعات پڑھوں جن میں جا بجا اللہ کے خزانوں سے براہ راست لینے کے واقعات کا ذکر آیا ہے۔ پھر جب کمپیوٹر سسٹم انجینئر نگ کی تعلیم کے دوران 2002 میں چھٹیوں میں چلے پر جانا ہوا تو رائے ونڈ سے فارغ علمائے کرام کے ساتھ وقت لگانے کا موقع ملا۔ یہ دو نوجوان علمائے کرام سال کی تشکیل پر تھے اور ان کے ساتھ پندرہ دن کی تشکیل دی۔ انہی میں سے ایک نوجوان عالم کو جماعت کا امیر بھی متعین کیا گیا تھا۔ ایک دن راقم کو ایک اور ساتھی کے ساتھ خدمت (کھانا پکانے) کی ذمہ داری دی گئی۔ الحمدللہ دوپہر کا کھانا پوری جماعت کے لیے تیار ہونے والا تھا کہ امیر صاحب نے ارشاد فرمایا کہ کچھ مزید ساتھی کھانے میں شریک ہوں گے۔ اب راقم بہت پریشان ہوا کہ کھانا تو اتنے افراد کے لیے تیار نہیں کیا گیا۔ فرمایا کہ بھائی کھانا پکاتے ہوئے سورۃ یسین پڑھو اور دو

رکعت نماز پڑھ کر اللہ سے مدد طلب کرو، اللہ پاک کھانے میں برکت دے گا۔اب ہم جیسے دنیا دار انجینئر نگ یونیورسٹی کے طلباء کو علمائے کرام نہ صرف یہ کہ رجوع الی اللہ کی ترغیب دے رہے ہیں بلکہ عملی مشق کے ذریعے اللہ کے خزانوں سے لینے کا طریقہ تلقین کر رہے ہیں۔تبلیغی مرکز رائے ونڈ جانا ہوا تو وہاں تبلیغی مرکز کی بے سروسامانی دیکھ کر کئی خیالات آئے کہ کیوں یہ لوگ بڑی بڑی عمارتیں اور شان وشوکت اختیار نہیں کرتے؟ یہ بھی خیال آیا کہ کیوں یہ دین کی دعوت کو سینہ بہ سینہ پھیلانے کی ترغیب دیتے ہیں؟ یعنی ایک طرف باطل قوتیں اور کفار اپنی پوری شان وشوکت کے ساتھ ہیں، دنیاوی اسباب سے لدے ہوئے اور دوسری طرف یہ ترغیب دی جارہی ہے کہ اللہ کی ذات پر توکل کیا جائے، اسباب کو اسباب کے درجے میں رکھ کر محنت کی جائے اور رجوع الی اللہ کیا جائے۔وہاں پر موجود تبلیغی ساتھیوں نے ذہن کو صاف کیا کہ ہماری نظر مادی اسباب پر نہیں ہونی چاہیے، اسباب کا انکار نہیں مگر نظر مسبب الاسباب پر ہونی چاہیے۔

علامہ اقبالؒ نے کیا خوب کہا ہے کہ:

نظر کو خیرہ کرتی ہے چمک تہذیبِ مغرب کی
یہ صناعی مگر جھوٹے نگوں کی ریزہ کاری ہے

اسی طرح مدارسِ دینیہ جانے اور اکابرین کے بیانات سننے کا اتفاق ہوتا رہا جن میں حکیم اختر رحمہ اللہ علیہ کی مجالس، حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم کی اتوار کی مجالس وغیرہ شامل ہیں۔نیز حضرت مولانا سعید احمد جلالپوری شہید رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک سال عصر تا عشاء گزارنے کی بھی توفیق ملی، انہی حضرات کی تھوڑی باتیں سننے کا یہ نتیجہ نکلا کہ ذہن میں یہ بات راسخ ہوگئی کہ مدارسِ دینیہ براہ راست اللہ کی مدد سے چلتے ہیں اور مسلمانوں کو مغربی علوم، سائنس وٹیکنالوجی اور جدیدیت سے متاثر نہیں ہونا چاہیے۔

علامہ اقبالؒ نے کیا خوب کہا ہے کہ:

خِیرہ نہ کر سکا مجھے جلوۂ دانشِ فرنگ
سُرمہ ہے میری آنکھ کا خاکِ مدینہ و نجف

پھر اکابرین ہی کی رائے اور مشورہ سے پی ایچ ڈی کی ڈگری فرانس سے حاصل کی اور سائنسی علوم و ٹیکنالوجی میں اپنا لوہا منوا کر دنیا کے بہترین سائنسدانوں میں تین مرتبہ اپنا نام شامل کروایا الحمدللہ اور ابھی

بھی کمپیوٹر سائنس کی دنیا میں عالمی معیار کی سائنسی تحقیق کر کے مسلمانوں کا لوہا منوا رہا ہوں۔قارئین یاد رکھئیے کہ راقم ایک کمپیوٹر سائنسدان ہے اور دنیا دار بندہ ہے اور جب مادیت کے گھٹاٹوپ اندھیروں سے اکتا جاتا ہے تو تقویٰ وللّٰہیت کے حصول کے لیے مدارسِ دینیہ کی طرف رجوع کرتا ہے اور یہ صرف میرا مسئلہ نہیں بلکہ جتنے بھی ہم جیسے دنیا دار لوگ ہیں، ان کو مدارسِ دینیہ اور علمائے کرام سے ہی رہنمائی ملتی ہے۔ہم جیسے دنیا دار لوگوں کے دلوں پر جب دنیا کی محبت ، مادیت پرستی، عقل پرستی، اور جدیدیت کا اثر ہونے لگتا ہے تو جائے پناہ یہی مدارسِ دینیہ ہوتے ہیں۔عجیب بات یہ ہے کہ اب بعض علمائے کرام اور مدارسِ ددینیہ کی ہی طرف سے مادیت، جدیدیت، اور اسباب پر نظر رکھنے کی دعوت اور عملی ترغیب دی جاری ہے تو ہم جیسا دنیا دار طبقہ کہاں جائے اور کہاں سے روحانیت ،للّٰہیت ،توکل علی اللہ حاصل کریں؟

آسان الفاظ میں جدیدیت اور مغربی افکار سے متاثر بعض لوگ کچھ مدارسِ دینیہ کی فکری رہنمائی کر رہے ہیں اور افسوس یہ ہے کہ سائنس وٹیکنالوجی کے عنوان سے کر رہے ہیں۔اُن کا مطمح نظر یہ ہے کہ جس طریقے سے مغربی یونیورسٹیوں میں آمدن کے مختلف ذرائع ہیں، یہی کچھ ذرائع مدارسِ دینیہ کو بھی اختیار کر لینے چاہیے۔مثلاً مدارسِ دینیہ کے ذرائع آمدن سے متعلق یہ کہا جارہا ہے کہ:

”مدارسِ دینیہ کو اپنے ذرائع آمدن کے لیے چار ذرائع اختیار کرنے چاہییں۔ پہلا ذریعہ یہ کہ جو مدارس کے طلباء اپنے اخراجات خود برداشت کر سکتے ہیں ان کو اس کا پابند کیا جائے کہ وہ اپنے اخراجات دیں۔ مدارس اس کی تحقیق کریں کہ جو بچے کھاتے پیتے ہیں ان کو بتائیں کہ وہ اپنا خرچہ خود برداشت کریں۔ ہمارے دین میں یہ کہیں بھی نہیں ہے کہ آپ کسی پر بوجھ بن جائیں۔ جب مدرسے پر خرچہ زیادہ بڑھتا ہے تو مدرسے کی تعلیم کی کوالٹی گر جاتی ہے، اساتذہ کی تنخواہیں رہ جاتی ہیں اور پھر مُہتمم سارے اپنے کام چھوڑ چھاڑ کر اسی مانگنے پہ لگا ہوا ہوتا ہے۔ دوسرا ذریعہ یہ کہ مدارس کے پاس انڈومنٹ فنڈ اور اوقاف ہونے چاہییں۔ تیسرا ذریعہ یہ کہ مدرسے کے اساتذہ اپنی خدمات لوگوں کو فراہم کر کے آمدن مدرسے میں لے کر آئیں۔ یہ اساتذہ ٹریننگ دیں اور اس کی فیس وصول کریں، اپنی کمپنیاں بنائیں۔ اور چوتھا ذریعہ ڈونیشن اور عطیات کا ہونا چاہیے۔ “

یہ دیکھ کر افسوس ہوتا ہے اور دل خون کے آنسو روتا ہے کہ جنہوں نے اُمت مسلمہ کی نظریاتی و عملی رہنمائی کرنی تھی، جنہوں نے لوگوں کی نظریں اسباب سے ہٹا کر مسبب الاسباب کی طرف پھیرنی تھیں،

جنہوں نے تصلب اختیار کرنا تھا، جنہوں نے اکابرین کے طریقہ کار کو عملی طور پر اختیار کر کے ہم جیسے دنیا دار لوگوں کے لیے عملی مثال بننا تھا، اب وہی لوگ دنیاوی اسباب اختیار کرنے کی تلقین کر رہے ہیں، اب وہی لوگ جدیدیت سے متاثر ہو گئے ہیں، اللہ پاک ہم سب کی حفاظت فرمائے آمین۔

بقول شاعر

اٹھا میں مدرسہ وخانقاہ سے غمناک
نہ زندگی نہ محبت، نہ معرفت نہ نگاہ!

غرض یہ تقویٰ، اخلاص، للّٰہیت اور تربیت ظاہر و باطن ہی ہے جو کہ ان مدارسِ دینیہ کا خَاصَہ ہے۔اب اگر یہ اخلاص، تقویٰ اور للّٰہیت مدارسِ دینیہ سے عَنقا کر دی جائے تو عصری علوم کے اداروں سے فراغت حاصل کرنے والوں اور مدارسِ دینیہ سے فارغ علمائے کرام میں کیا فرق رہ جائے گا؟ اور کس طریقے سے ان دینی مدارس سے فارغ علمائے کرام معاشرے میں سدھار پیدا کر سکیں گے؟ اور پھر کس طریقے سے ان دینی مدارس سے فارغ علمائے کرام اسلام اور ملک وملت کو اپنے ذاتی مفادات پر ترجیح دیں گے؟ نیز پھر ان مدارس سے فارغ ہونے والوں میں اور مغربی ممالک کے لادینی عصری اداروں سے دینی اسلامی تعلیم حاصل کرنے والوں میں کیا فرق رہ جائے گا؟ غرض یہ مدارسِ دینیہ ہی ہیں جو کہ دین کو اپنی اصل شکل میں قائم رکھنے میں معاون و مددگار ہیں۔ مسلمانوں کو کمزور اور ختم کرنے کیلئے باطل کی چالوں میں سے ایک چال یہ ہے کہ کسی طریقے سے مدارسِ دینیہ کو کمزور اور ختم کر دیا جائے اور اس کے لیے جو عملی صورت اختیار کی جا رہی ہے وہ یہ کہ ان مدارسِ دینیہ کو بھی یونیورسٹیوں کی نہج پر ڈالا جائے۔ ہماری گزارش ہے کہ مدارسِ دینیہ عصری تعلیمی اداروں اور یونیورسٹیوں کی نقالی کو اپنانے کے بجائے اپنی نہج پر قائم رہیں۔

بقول شاعر

میر کیا سادے ہیں بیمار ہوئے جس کے سبب
اُسی عطار کے لڑکے سے دوا لیتے ہیں

دیکھئے مدارسِ دینیہ کی آمدن سے متعلق اکابرین کی سوچ کچھ یوں تھی۔

”حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں حدیث کے دورے میں ستر ستر طالب علم ہوتے تھے، ان کا کھانا بھی کپڑا بھی ہوتا تھا، مگر کوئی فکر ہی نہیں، نہ چندے کی

تحریک، نہ کبھی کسی سے فرمایا، ایک کمرہ بھی نہیں بنوایا، نہ وہاں چندہ تھا نہ کچھ تھا، پھر بھی وہاں خندہ ہی خندہ تھا۔" (حوالہ: ملفوظاتِ حکیم الامت، جلد ۱۷، حسن العزیز جلد ۱، ملفوظ ۷۵۱، صفحہ ۱۲۶،)

حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ، انہوں نے دینی مدارس خصوصاً دارالعلوم دیوبند کے قیام و بقا کے لئے جو دستور العمل تجویز فرمایا، اس میں تحریر ہے کہ:

"اس مدرسہ میں جب تک آمدنی کی کوئی سبیل یقینی نہیں جب تک یہ مدرسہ ان شاءاللہ بشرطِ توجہ الی اللہ اسی طرح چلے گا، اور اگر کوئی آمدنی ایسی یقینی حاصل ہوگئی جیسے جاگیر یا کارخانہ تجارت یا کسی امیر محکم القول کا وعدہ تو پھر یوں نظر آتا ہے کہ یہ خوف و رجا جو سرمایہ رجوع الی اللہ ہے ہاتھ سے جاتا رہے گا اور امدادِ غیبی موقوف ہوجائے گی اور کارکنوں میں باہم نزاع پیدا ہوجائے گا، القصہ آمدنی اور تعمیر وغیرہ میں ایک نوع کی بے سروسامانی ملحوظ رہے۔" (بانی دارالعلوم کا دستور عمل، تاریخ دارالعلوم دیوبند، جلد اول، صفحہ ۱۵۳)

جب دارالعلوم دیوبند کی بنیاد رکھی جاچکی تو حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ:

"عالم مثال میں اس مدرسے کی شکل ایک معلق ہانڈی کے مانند ہے، جب تک اس کا مدار توکل اور اعتماد علی اللہ پر رہے گا، یہ مدرسہ ترقی کرتا رہے گا۔ اس واقعہ کو حضرت مولانا فضل الرحمن عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے ذیل کے اشعار میں نظم کیا ہے۔

اس کے بانی کی وصیت ہے کہ جب اس کے لئے
کوئی سرمایہ بھروسہ کا ذرا ہوجائے گا
پھر یہ قندیلِ معلق اور توکل کا چراغ
یوں سمجھ لینا کہ بے نور وضیا ہوجائے گا"

(حوالہ: تاریخ دارالعلوم دیوبند، جلد اول، صفحہ ۴۷)

راقم جب مدارس کی آمدن سے متعلق کچھ لوگوں کی تقریر سنتا ہے اور اکابر کے تحریرات پڑھتا ہے تو تشویش ہوتی ہے۔ کیا مدارسِ دینیہ کے طلبائے کرام بوجھ ہیں جو مدارسِ دینیہ کے طلبائے کرام سے فیس وصول کی جائے؟ کیا مدارسِ دینیہ کے طلبائے کرام مہمانِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نہیں ہیں؟ راقم کو یہ تشویش ہورہی ہے کہ ہمارے اکابرین کا مدارسِ دینیہ کے حوالے سے یہ طرز عمل نہیں تھا۔ علومِ نبوت حاصل کرنے والے طلبائے کرام کا تو اکرام کرنا چاہیے۔ مدارسِ دینیہ تو توکل علی اللہ کی بنیاد پر چلتے

تھے۔ خلاصہ یہ کہ اگر آپ لوگ جدیدیت سے اتنے ہی متاثر ہوگئے ہیں کہ یونیورسٹیوں کے نظام آمدن کو اکابر کے منہج سے ہٹ کر مدارسِ دینیہ کے لیے اختیار کرنا چاہتے ہیں تو شوق سے کیجئے مگر مسلمان عوام کو "مدارس" کے عنوان سے دھوکہ میں مت ڈالیے! نیز اگر آپ یونیورسٹیوں کے ذرائع آمدن ہی اختیار کرنا چاہتے ہیں تو کیا آپ کو اپنے اداروں کے نام سے "مدرسہ" اور "اکابرین" کے نام ونسبت نہیں ہٹا دینی چاہیے؟

آخر میں مضمون کا اختتام صدر وفاق حضرت مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم کی گفتگو سے کچھ اقتباس نقل کر کے کرتے ہیں:

"ہمارے مدارس کی بنیاد حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کے وقت سے ہی اس بات پر ہے کہ یہ پرائیویٹ ادارے ہیں، ان کا حکومت سے کوئی تعلق نہیں ہے، نہ ہمیں حکومت سے کوئی امداد چاہیئے، نہ ہمیں حکومت سے کوئی پیسے چاہییں، نہ حکومت کی ہمیں مداخلت چاہیے، ہم اپنے طریقہ کار پر جو اکابر کا طریقہ کار چلا آرہا ہے اس کے تحت چلنا چاہتے ہیں، کوئی ایسے ادارے کو ہم اپنے اوپر مسلط نہیں کرنا چاہتے جو ہمارے اندرونی نظام میں دخل اندازی کرے، جو ہمارے طریقہ کار میں مداخلت کرے، جو کسی طرح بھی ہمارے مقاصد پر اثر انداز ہو، مدرسہ کو ہم اس سے آزاد رکھنا چاہتے ہیں۔

ہم یہ بات واضح الفاظ میں کہہ دینا چاہتے ہیں کہ کسی حکومت کے ماتحت ہو کر ہم اپنے نصاب ونظام کو جاری نہیں رکھ سکتے، ایسا کرنا ہمارے لئے زہر قاتل ہے، ہم نے ایسا کرنے والوں کے انجام دیکھے ہیں، ہم نے سعودی عرب دیکھا ہے، ہم نے امارات دیکھا ہے، مصر دیکھا ہے، ہم نے شام دیکھا ہے کہ وہاں مدارس کو کس طریقے سے ختم کیا گیا، مدارس کو کس طریقے سے دبایا گیا، آج وہاں پر کوئی کلمہ حق کہنے والا موجود نہیں ہے، یا ہو تو اس کی جگہ جیل ہوتی ہے یا اس کے اوپر تشدد کیا جاتا ہے۔

الحمدللہ، پاکستان کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسلام کے لئے بنایا، اور پاکستان کو درحقیقت اللہ تبارک و تعالیٰ نے اسلام کا قلعہ بنایا ہے، ہم یہاں یہ صورت حال کسی قیمت برداشت نہیں کرسکتے کہ ہمارے مدارس اور ہمارے علماء وہ اس طرح ہوجائیں کہ ان کے سامنے کچھ بھی ہوتا رہے، اور وہ اپنی زبانوں کو بند رکھیں اور شیطان اخرس بن کر زندگی گزاریں۔

حکومتوں کا طریقہ کار یہ ہوتا ہے کہ جب کسی (ادارہ، شخص) کو گھیرنا ہوتا ہے تو شروع میں ساری پابندیاں عائد نہیں ہوتیں، شروع میں اس کے لئے ایک دانہ ڈالا جاتا ہے، اس کے بعد آگے جا کر اس کو کسی

وقت میں گھیرا جاتا ہے، پوری تاریخ میں یہی طریقہ کار رہا ہے۔

ابھی اگر چہ اس (مفاہمتی یادداشت) میں لکھا ہوا ہے کہ اپنے نظام میں آزاد وخودمختار رہیں گے، لیکن اس کے باوجود ایک مرتبہ جب اس دائرے کے اندر آ گئے اور اس میں یہ لفظ موجود ہیں کہ وزارت تعلیم کی طرف سے وقتاً فوقتاً ملنے والی ہدایات کے پابند ہونگے، تو اب آپ دیکھیے آج کسی کی حکومت ہے، کل کسی اور کی حکومت ہوگی۔ وہ لوگ بھی حکومت میں وزارت تعلیم کے اندر آئیں گے، جو یہ کہہ رہے ہیں کہ "مدارس جہالت کی یونیورسٹیاں ہیں"، جنہوں نے علی الاعلان یہ بات کہی ہے، جنہوں نے یہ کہا ہے کہ "مدارس تو صرف یہ سکھاتے ہیں کہ مرنے کے بعد کیا ہوگا"، گویا مذاق اڑا کر کہ مرنے کے بعد کیا ہوگا حالات پڑھانے والے مدارس ہیں تو یہ مدارس موجودہ زندگی کے ساتھ کیسے چل سکتے ہیں؟ تو وہ بھی تعلیم کے نظام کے اندر آ سکتے ہیں۔کل کو کون آتا ہے کچھ نہیں کہا جا سکتا، لہذا مدارس کو اس دائرے کے اندر لانے کے ہم بالکل سختی کیساتھ مخالف ہیں۔

ہم (یہ جدید معلومات اس الزام کو دور کرنے) کے لیے نہیں پڑھا رہے، جو ساری دنیا یہ نامعقول بات کہتی ہے کہ مدارس سے ڈاکٹر کیوں پیدا نہیں ہوتے، اس سے وکیل Laywer کیوں نہیں پیدا ہوتے، انجینئر کیوں نہیں پیدا ہوتے، مدارس کے فضلاء کسی ملٹری کے اندر کمیشن کیوں نہیں لیتے، اور اس بات کو بڑے فخر کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے کہ فلاں مدرسہ کے لوگ کمیشن لے چکے ہیں، وہ بریگیڈیئر بن چکے ہیں، وہ کرنل بن چکے ہیں۔

ارے بھائی! یہ مدرسہ بریگیڈیر اور کرنل پیدا کرنے لیے نہیں تھا، یہ قرآن وسنت کا علم محفوظ کرنے لیے تھا، یہ عالم پیدا کرنے کے لیے تھا، یہ بتاؤ کہ پورے پاکستان کے اندر کون سے سرکاری ادارے کے اندر اسلام کی تعلیم دی جارہی ہے؟ کون سے سرکاری ادارہ میں حافظ پیدا ہورہے ہیں؟"

(حوالہ: مدارس رجسٹریشن پر شیخ الاسلام، صدر وفاق مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم کی وفاق المدارس کی مجلس عاملہ میں گفتگو، 17 دسمبر 2024)۔

***

آپ کے مسائل کا حل

دارالافتاء والتحقیق

قرآن سے دیکھ کر تراویح پڑھانا

سوال

امام صاحب نے رمضان المبارک میں قرآن پاک دیکھ کر تراویح کی نماز پڑھائی۔ اب اس صورت میں مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات مطلوب ہیں۔ اگر قرآن وحدیث واقوال فقہاءؒ کی روشنی میں دلائل بیان فرمادیں تو مشکور ہوں گے:

1۔ کیا اب امام کی نماز ہوئی یا نہیں؟ حالانکہ مذکورہ امام اپنے آپ کو حنفی المسلک بھی مانتا ہے۔

2۔ اور اس صورت میں مقتدیوں کی تراویح کا کیا حکم ہوگا؟ نہ ہونے کی صورت میں اب مقتدی کیا کریں؟

3۔ امام اگر زبانی قراءت کرے اور سامع دیکھ کر لقمہ دے اور امام اس لقمہ کو قبول بھی کرلے تو اس صورت میں کیا حکم ہوگا؟ آیا امام کی نماز ٹوٹ گئی؟ اور مقتدیوں کی نماز کا کیا حکم ہوگا؟

جواب

1۔ فقہ حنفی کی رو سے مذکورہ امام کی نماز تراویح نہیں ہوئی۔

2۔ اس صورت میں مقتدیوں کی بھی تراویح نہیں ہوئی، اب سوائے توبہ واستغفار کے کچھ حل نہیں۔

3۔ سامع اگر دیکھ کر لقمہ دے اور امام اس کے لقمے کو لے لے تو اس سے امام کی نماز ٹوٹ جائے گی

اور جب امام کی نماز ٹوٹ گئی تو مقتدیوں کی نماز بھی ٹوٹ جائے گی۔

اگر مقتدی نے کسی دوسرے شخص کی تلاوت سن کر یا قرآن مجید میں دیکھ کر امام کو لقمہ دیا تو اس مقتدی کی نماز فاسد ہوجائے گی اور اگر امام ایسے مقتدی کا لقمہ لے گا تو امام کی نماز بھی فاسد ہوجائے گی۔

شوال کے روزوں میں قضا روزوں کی نیت کرنا

سوال

کیا شوال کے روزوں میں قضا روزوں کی نیت کر سکتے ہیں؟

جواب

شوال کے روزوں میں قضا کی نیت کرنے سے وہ قضا روزے ہی شمار ہوں گے شوال کے نفل روزے شمار نہ ہوں گے، لہذا اگر سائل شوال کے نفل روزے بھی رکھنا چاہتا ہو تو وہ علیحدہ سے رکھے۔

قربانی کے جانور میں عقیقہ کی نیت کرنا

سوال ایک شخص قربانی کی گائے میں ایک بیٹے اور بیٹی کا عقیقہ بھی کرنا چاہتا ہے۔اس کا کیا حکم ہے؟ اور عقیقہ کے کتنے حصے ہوں گے؟ شریعت کی روشنی میں رہنمائی فرمائیں۔

جواب

قربانی کے جانور میں عقیقہ کی نیت کرنا درست ہے۔قربانی کی گائے میں عقیقہ کا حصہ بھی رکھ سکتے ہیں۔لڑکے کے دو حصے ہوں گے اور لڑکی کا ایک حصہ ہوگا۔

قضا روزے

سوال

تین سال رمضان کے قضا روزے ذمے ہیں۔کیا قضا رکھتے ہوئے یہ تعیین کرنا ضروری ہے کہ پہلے سال کے یا دوسرے کے یا، تیسرے کے؟ اگر سال کی تعیین کے بغیر رکھ لیے تو قضا پھر بھی باقی رہے گی؟

جواب

مختلف سالوں کے قضا روزوں کی ادائیگی میں احتیاط تو یہی ہے کہ سال کی تعیین کی جائے لیکن اگر تعیین نہ کی تب بھی روزے ادا ہو جائیں گے۔

سوال:

کوئی آدمی بھولے سے بغیر وضونماز پڑھے اور بعد میں وقت کے اندر یا وقت گزرنے کے بعد یاد آجائےتو اب اس کی ذمہ میں قضا کرنا ضروری ہے یانہیں؟ اگرضروری ہےتو پھرکس طرح قضا کرے گا؟ وقت کی نماز سے پہلے یا بعد میں؟ اس طرح اگرکسی کےنفل نماز بھول سے بغیر وضو کے پڑھا تو اب اس کی قضا کرنا ضروری ہے یانہیں؟

جواب:

یاد آجائےتو ایسی نماز کودوبارہ پڑھنا ضروری ہے،خواہ وقت کے اندر یاد آجائے یا وقت گزرنے کے بعد یاد آئے۔ اگروقت میں یاد آجائےتو اسی وقت میں پڑھے تا کہ نماز قضانہ ہو۔اوراگروقت گزرنے کے بعد یاد آئے اور دوسری نماز کے قضا ہونے کا اندیشہ نہ ہوتو پہلے یہ نماز پڑھے۔نفل نماز کو پڑھنا ضروری نہیں۔

سوال:

میرے والدصاحب فوت ہوگئے ہیں ان کے ایصال ثواب کے لئے کیا کروں؟ میری ہیلپ کریں، ان کے لیے کیا پڑھ کران کی روح کو ہدیہ کروں؟ تا کہ ان کو فائدہ ہواورانہیں سکون ملے،کوئی ایسا عمل جس سے ان کوسب سے زیادہ فائدہ ہو۔ان کی وفات 2015 میں ہوئی تھی میں نے تب سے ان کے ایصال ثواب کے لئے پڑھنا شروع کیا اوراب تک ماشاءاللہ سے قائم ہوں،تواس سے ان کو فائدہ ہوتا ہوگا؟

جواب:

آپ اپنے والد کے ایصال ثواب کے لیے کوئی بھی نیکی کا کام جو آپ کے لیے آسان ہوکر سکتے ہیں اگرصدقہ جاریہ کا کوئی کام کر سکتے ہیں تو یہ زیادہ بہتر ہے۔آپ ان کے لیے قرآن پاک پڑھ کر یا کلمہ طیبہ یا درودشریف پڑھ کر ایصال ثواب کر سکتے ہیں اس سے ان کو فائدہ اورسکون ہوگا۔سب سے زیادہ فائدہ کس عمل سے ہوگا یہ بتانا مشکل ہے۔آپ کے ایصال ثواب کرنے سے ان کو فائدہ ہوگا۔

✻✻✻

اخبار الجامعہ

ادارہ

سالانہ نتائج 1446 ہجری

o وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے تحت حفظ کے امتحانات میں طلبہ کی شاندار کامیابی الحمدللہ!
رواں سال جامعہ دارالتقویٰ ٹرسٹ لاہور سے وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے زیرِ اہتمام حفظِ قرآن کے پہلے مرحلے کے امتحان میں شریک ہونے والے طلبہ نے شاندار کارکردگی کا مظاہرہ کیا۔اس مرحلے میں 96 طلبہ نے امتحان دیا،جن میں سے 98 فیصد طلبہ کی کامیابی 100 فیصد رہی

o درسِ نظامی بنین و بنات کے شاندار نتائج جامعہ دارالتقویٰ ٹرسٹ کی نمایاں کارکردگی و کامیابی!الحمدللہ! وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے تحت منعقدہ درسِ نظامی کے امتحانات میں جامعہ دارالتقویٰ ٹرسٹ، لاہور کے طلبہ و طالبات نے مثالی کارکردگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کامیابی حاصل کی۔ یہ کامیابی ادارے کے معیاری تعلیمی نظام، اساتذہ کرام کی محنت، اور طلبہ و طالبات کی جہدِ مسلسل کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

جامعہ دارالتقویٰ ٹرسٹ، لاہور میں داخلوں کا آغاز!

o الحمدللہ! جامعہ دارالتقویٰ ٹرسٹ، لاہور کے تمام شعبہ جات میں داخلوں کا آغاز 8 اپریل بمطابق 10 شوال سے ہو رہا ہے۔ یہ سنہری موقع ان طلبہ کے لیے ہے جو معیاری دینی و عصری تعلیم حاصل کر کے اپنے مستقبل کو روشن اور آخرت کو سنوارنا چاہتے ہیں۔

درسِ قرآن، آن لائن دروس اور علمی خدمات ہزاروں افراد مستفید!

الحمدللہ! ادارے کے زیرِ انتظام تقریباً 20 مقامات پر درسِ قرآن کا شاندار اہتمام کیا گیا، جہاں قرآنِ کریم کی تلاوت، ترجمہ اور تفسیر کے ذریعے عوام الناس کو روحانی فیض پہنچایا گیا۔ اس کے علاوہ، جدید دور کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے آن لائن دروس کا بھی وسیع سلسلہ منعقد کیا گیا، جس میں زکوٰۃ کے مسائل، اعتکاف کی اہمیت اور دورۂ تفسیر جیسے اہم موضوعات پر علمائے کرام نے روشنی ڈالی۔ ان دروس سے ہزاروں افراد نے استفادہ کیا اور اپنے دینی علم میں اضافہ کیا۔

جامعہ دار التقویٰ ٹرسٹ کی عظیم خدمت۔ ہزاروں مستحق گھرانوں تک راشن کی فراہمی!

الحمدللہ! جامعہ دار التقویٰ ٹرسٹ، لاہور نے اپنی روایتی خدمتِ خلق کو برقرار رکھتے ہوئے اس سال بھی ہزاروں مستحق خاندانوں میں راشن تقسیم کیا، جس سے بے شمار افراد نے عزت و احترام کے ساتھ استفادہ کیا۔ یہ منفرد فلاحی مہم صرف ایک مخصوص وقت تک محدود نہیں بلکہ پورے سال جاری رہتی ہے، تاکہ سفید پوش اور ضرورت مند گھرانے کسی بھی مشکل گھڑی میں بنیادی ضروریات سے محروم نہ رہیں۔ اس سال، گلگت، اندرونِ سندھ اور لاہور کے مستحق افراد تک راشن انتہائی باعزت اور منظم طریقے سے پہنچایا گیا۔

❊❊❊

TSS
TAQWA
TAQWA SCHOOL SYSTEM
TAQWA
SCHOOL
SYSTEM
ADMISSION OPEN
2025
TSS®
Science
and
Arts
4th to 10th
Features & Facilities
Computer Lab
Science Lab
Library
Modern Education in an Islamic Environment
Moral Grooming of Students
Robotics learning and Stem Education
ٹرسٹ
دارُالتقویٰ
Chobarji Park, Lahore, Pakistan
04237460777
altaqwaschoolsystem@gmail.com

جامعہ دار التقویٰ کے زیر اہتمام

دار الافتاء والتحقیق

دینی مسائل میں شرعی رہنمائی کے لیے رجوع فرمائیں

فون کال کے لیے 042-37415559

تحریر اور وائس کے لیے 0300-4113082

ایڈریس جامعہ دار التقویٰ نیو چوبرجی پارک لاہور، پاکستان

ای میل ifta4@yahoo.com

ویب سائٹ www.darultaqwa.org/darulifta

اوقات کار موسم گرما 8 تا 5 موسم سرما 8 تا 4 تعطیل بروز جمعۃ المبارک

تعویذ، عملیات، وظائف، خوابوں کی تعبیر اور استخارہ والے حضرات رجوع نہ فرمائیں۔

+92 322 2333224 www.darultaqwa.org /jamiadarultaqwa

دار التقوی ٹرسٹ

جامعہ دارالتقوی ٹرسٹ لاہور کی تمام شاخوں

کراچی | مری | شیخوپورہ | قصور | لاہور

تمام شعبہ جات

بنین | بنات | حفظ

میں داخلوں کا آغاز ان شاءاللہ 10 شوال 1446ھ سے ہوگا۔

شعبہ بنات معلومات
0423 7419993
042 35838794

شعبہ بنین معلومات
03006826891
04237414665

شعبہ حفظ معلومات
0321
1414447

DESIGN BY | +92 307 9593487

+92 322 2333224 www.darultaqwa.org /jamiadarultaqwa

MONTHLY DAR-UL-TAQWA LAHORE CPL NO. 338

الحمدللہ

حسبِ روایت

جامعہ دارالتقویٰ ٹرسٹ

چوبرجی لاہور نے

اپنا اعزاز برقرار رکھتے ہوئے اس سال بھی وفاق المدارس العربیہ
کے امتحانات 2025 میں ایک مرتبہ پھر ملکی اور صوبائی سطح پر اعلیٰ
پوزیشنیں حاصل کیں۔

تمام شعبہ جات میں داخلوں کا آغاز ان شاءاللہ 10 شوال 1446ھ سے ہوگا۔

شعبہ بنات معلومات	شعبہ بنین معلومات	شعبہ حفظ معلومات
0423 7419993 042 35838794	03006826891 04237414665	0321 1414447